

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی روح اُم کی حیات کشمکش انقلاب

علامہ اقبال

فہرست مضامین

ترتیب

- ۱- مسلمانوں کے زوال کے اسباب علامہ اقبال کی نظر میں
- ۲- زوال پذیر قوم کے سید زنادوں کے لئے علامہ اقبال کی تطویر و نصیحت
- ۳- دیارِ ہند سے ایک خط ایک حاجی کے نام یعنی مسلمانوں کے ارکانِ اسلام {
ادا کرنے کے موجودہ طریقہ اور فیصلہ علامہ اقبال
- ۴- علامہ اقبال اور کل کاموں اور آج کا مسلمان
- (۱) مسلم مسلمان اور مومن کی تعریف (۲) ہمارے اسلاف
- (۳) مسلمان اور مومن کی تعریف (۴) مسلمان کی تعریف (۵) مومن کی تعریف
- ۶ مسلم کی پیدائش کا مقصد اور بہت مسلم (۷) شانِ مومن
- (۸) آج کے مسلمان (۹) کل کے مومن اور آج کے مسلمان کا تقابل
- (۱۰) آہِ بد نصیب مسلمان
- (۱۱) مسلمانوں کا اپنے ہاتھوں بنایا ہندو اسلام
- (۱۲) مسلمانانِ ہند اور از خود آزادی مذہب
- (۱۳) مسلمانانِ ہند کو علامہ کی نصیحت
- ۱۵- زوال پذیر مسلم قوم کی عید اور اُس کی خوشیاں علامہ اقبال کی نظر میں
- ۱۶- زوال پذیر قوم کے لئے علامہ اقبال کی دعا

علامہ اقبالؒ

مسلمان قوم کے وہ دیدہ و سراپا ہیں جو قوم کے لئے اللہ پاک کا ایک عطیہ
ہیں، آپ عاشقِ رسول ہیں۔ اور عاشقِ اُمّتِ محمدی بھی۔ ان کے تجویز کردہ
نسخہٴ شفاء بیمارِ اُمّت کے لئے اکسیر ہیں۔ سلسلہٴ وار افسانہٴ رحمن اسلامک
پبلیشرز اور صفحہٴ مندرجہٴ آخر سے طلب فرمائیے۔

مسلمانوں کے زوال کے اسباب

علامہ اقبال کی نظر میں

مسلمانوں کے زوال کے بارے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں :-

اے مسلم بھی زمانہ سے یونہی نصرت ہوا وُ آسماں سے ابر آزاری اٹھا برسا گیا
علامہ اقبال مرید ہندی بن کر مولانا روم جن کو وہ اپنا مرشد تصور کرتے ہیں سوال کرتے ہیں اور انکی
سے جواب دیتے ہیں۔

: اب مسلمان میں نہیں وہ رنگ بو وُ سر د کیوں کر ہو گیا اس کا لہو
: تامل صاحب دلے نامد برد وُ بیچ قومے را خدا رسوا نہ کرو
وہ قوم جس کا شریا کی چوٹی پر کبھی قیام تھا وہ قوم جو گلزارِ عالم کی بہار بن کر ترقی کے آسمانوں پر
ہی تھی آج اس نے قنوطیت کے نشیمن میں اپنے آپ کو قید کر رکھا ہے۔ وہ قوم جس نے کبھی
آبادی بخشی تھی۔ دیرانے جس کے قدموں تلے آتے ہی آباد اور گلزار بن جاتے تھے، آج ان کی
بادیاں دیران جنگل و بن میں تبدیل ہو کر رہ گئی ہیں۔ اندیس میں مسلمانوں کا نام بس تاریخ میں
خلین مسلمانوں کا قبلہ اول ہاتھوں سے نکل کر واپس لینا ایک ناقابلِ حل مسئلہ بن کر رہ گیا۔
علامہ اقبال متاثر ہو کر فرماتے ہیں :-

ڑتی پھرتی قمیص ہزاروں بلبلیں گلزار میں وُ دل میں کیا آئی کہ پابند نشیمن ہو گئیں
ن کے ہنگاموں سے تھے آباد دیرانے کبھی وُ شہر ان کے منہ گئے آبادیاں بن ہو گئیں
علامہ فرماتے ہیں بات یہیں تک محدود نہیں رہی — اے قوم اب تو بات یہاں تک
ہے کہ — خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں

ب تو نصیب میں اس قوم کے رع " طعنِ اغیار ہے رسوائی ہے ناداری ہے " طعنِ اغیار
یہ طعن دینے والے کون ہیں؟ دیہ تا —؟ جن کی زبان کل تک خاموش تھی اور آج —
من کو ہم نے آشنا لطف شکلم سے کیا وُ اس حریف بے زباں کی گرم گفتاری بھی دیکھ

قوم کے دو بڑے بنیادی امراض | حکیم الامت علامہ اقبال پوچھتے ہیں آج ہم پر
حوادث کی بارش آخر کیوں ہو رہی ہے۔ آج کیوں سینے ہمارے شرابا د نہیں۔ کیا وجہ ہے کہ حوصلے وہ
ہم نہ رہے، دل نہ رہا۔ پھر عربوں کی حالت دیکھ کر وادی نجد تک اپنی عمیق نظریں دوڑا کر غماں
میں فرماتے ہیں۔

وہ لذتِ آشرب نہیں بحرِ عرب میں و؛ پوشیدہ جو ہے مجھ میں دھڑان کہ دھڑلے
ہر چند بے قافلہ ورا حلہ دزاد و؛ اس کوہِ بیاباں سے حدی خواں کہ دھڑلے
لے یادِ صبا کھلی والے سے جا کر گہو بیخام میر و؛ قبضے سے امتِ بیجاری کے دین بھی یاد نیا بھی گئی
وادیِ بخد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا و؛ قیس دیوانہ نظر رہ محل نہ رہا
اب امت کا حکیم قوم کے نبض پر اپنی انگلیاں رکھ کر قوم کے دو بڑے بنیادی امراض کی تشخیص فرم
قوم میں جو مرض پیدا ہوا ہے اس کا نام ”اللہ سے دوری“ ہے پھر آہ سرد دیکھ کر اللہ سے مخاطب ہے
ع۔ ”گھریہ اجڑا ہے کہ تو رونقِ محفل نہ رہا“ حکیم الامت قوم میں اس مرض کے پیدا ہونے کے بار
میں ریسرچ کرنا اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قوم اس مرض میں مبتلا ہونے کے قبل ایک اور مرض میں مبت
جس کا نام ”دفا محمد سے محرومی“ تھا یعنی صرف محمدؐ سے زبانی محبت اور عشق کا دعویٰ اور عملی طور پر
محمدؐ سے بے وفائی۔ امت اللہ پاک کے بار بار کے اعلان اور نصیحت کو بھول گئی کہ اے مسلمان!

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں و؛ یہ جہاں چیز ہے کیا لوحِ دلم تیرے ہیں
جب تک قوم نے محمدؐ سے وفا کی لوحِ دلم اس کے قبضہ میں رہے اور اپنے مقدرات کی آپ مالک
رہی اور جب امت ”دفا محمدؐ سے محرومی“ کے مرض میں مبتلا ہوئی تو ”اللہ سے دوری“ کے دوسرے
میں خود بخود مبتلا ہو گئی اور اس کا یہ حال ہوا کہ طعنِ اغیار ہے رسوائی ہے ناداری ہے۔

قوم کے دیگر ضمنی امراض | آگے چل کر حکیم الامت جدید قوم کا تفصیلی معائنہ
اور اپنے ریسرچ کے کام کو جاری رکھ کر اس نتیجہ پر
ہیں کہ ان دو امراض نے قوم میں ان گنت دیگر ضمنی امراض پیدا کر دیئے ہیں جن میں کا ہر مرض خط
حدود تک پہنچ چکا ہے۔ ان امراض میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

۱۔ علمِ اسلاف سے محرومی اور اسلاف پر فخر | وہ غلامِ اسلاف کا جو سینوں میں کث
اور زور پیدا کرتا تھا اس سے محرو
کا مرضِ قوم میں عام ہو گیا ہے۔ علامہ پوچھتے ہیں۔

یاب کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو ۛ پھر پسر قابل میراث پدر کیوں کر ہو
اقبال فرماتے ہیں جب میں نے یورپ میں دہائی کے کتب خانوں میں ہمارے اسلاف کی پیش بہا
سائنس دیکھیں جس کو دیگر اقوام نے اپنی آنکھوں اور سینوں سے لگا رکھا ہے اور ہم نے تو انکو دیکھا دیکھا۔
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباؤ ۛ جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پاؤ
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی ۛ شریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا !
پر غضب یہ ہے کہ اس قوم نے صرف "پدرم سلطان بود" پدرم سلطان بود" کہہ کر ہاتھ پر ہاتھ دھر
ہنے کو شیوہ زندگی بنایا ہے۔ پھر پوچھتے ہیں۔

تھے تو آباد تمہارے ہی مگر تم کیا ہو ۛ ہاتھ پر ہاتھ دھرے منظرِ فردا ہو
ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے ہرنے والا ۛ دھرا کیا ہے بھلا عہد کمین کی داستانوں میں

۱۔ علوم جدید سے غفلت
۲۔ غلط راہ روی

قوم کا ایک اور بیماری حکیم الامت علوم جدید جو ایجادات
اور فنون سے واقف کراتے ہیں۔ ان سے غفلت بتلاتے
ہیں حالانکہ اسلام نے حکم دیا ہے "علم حاصل کرو اگرچہ وہ
بائیں ہو یعنی کافی فاصلہ پر جا کر ہی کیوں نہ حاصل کرنا پڑے علامہ فرماتے ہیں آج تمہارا حال یہ ہو گیا ہے کہ:
جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو ۛ نہیں جس قوم کو پردے نشین تم ہو
جلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ ترن تم ہو ۛ بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
ان علوم جدید کی طرف مائل بھی ہوتے ہیں اور دنیا کی ترقی کی طرف بڑھتے بھی ہیں تو وہ دین سے
بہر کر رہ جاتے ہیں۔

جب پیر فلک نے درق ایام کا اٹھا ۛ آئی یہ صدا پاؤ گے تعلیم سے اعزاز
آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تنزل ۛ دنیا تو ملی طاؤر دیں کر گیا پرواز
دین ہو تو مقاصد میں بھی پیدا ہو بلندی ۛ فطرت ہے جو انوں کی زمین گیر زمین آزار
نیادی تعلیم جس سے نوجوان دنیا حاصل کر کے دین سے محروم ہو جائیں اور اندھا دھند مذہب چھوڑ کر
میں ضم ہو جائیں۔ حکیم الامت فرماتے ہیں یہ

خوش تو ہیں ہم بھی نوجوانوں کی ترقی سے مگر ۛ لب خندہ سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم بچتے تھے کہ لائے گی فراغتِ تعلیم ۛ کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ
گھر میں ہمدین کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما ۛ لے کے آئی ہے مگر ریشہ فریاد بھی ساتھ

تخم دیگر بکف آریم دیکاریم ز نو ۛ کا پخہ کشیم ز فحلت نتواں کرد درد
حکیم الامت کہتے ہیں فرنگی تعلیم حاصل کرنے میں ہرگز اس وقت کوئی قباحت نہیں جب کہ —

بجرہ میں لا اللہ تو کیا خوف ۛ تقسیم ہو کر فرنگیانہ

جب جرہ میں لا اللہ ہو تو صرف مسلمان ہر تعلیم کی اچھائی کو اپنائے گا اور برائی سے گریز کرے
کے آسمانوں پر پرواز کر جائے گا۔ حکیم الامت قوم کی تیسری بیماری دین کو چھوڑ کر صرف دنیا میں گم ہو جانا
دیتے ہیں۔ مسلمان جب تک سیدھے ہاتھ میں احکام الہی اور بائیں ہاتھ میں دنیا کو تھامے اللہ کی ذات اور
محمدؐ میں گم رہا۔ دنیا اس کے قدموں پر لٹتی رہی اور جب صرف دنیا میں گم ہو گیا تو ذلیل و خوار ہو گیا صرف
میں گم ہو جانے کے بارے میں فرماتے ہیں۔

یہ کافری تو نہیں کافری سے کم بھی نہیں ۛ کہ مرد حق ہو گرفتار حاضر و موجود
کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے ۛ مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

حکیم الامت قوم کا جو تھا پیچیدہ ضمنیہ
میں کمی امراضی پہنچے ہیں وہ عمل کا نقدان
نکن کا نایاب ہو جانا یقین سے محرومی اور

۴۔ عمل کا نقدان محبت ایشارہ یقین
سے محرومی و تقدیر کا رونا

کا رونا بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یقین پیدا کر اے نادان یقین سے ہاتھ آتی ہے ۛ وہ دریشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے تغفوری
اے رہبر و فرزانہ نے جذبِ مسلمانی ۛ نے راہ عمل پیدا نے شاخِ یقین غناک
یقین حکم عمل پیہم محبت خارج عالم ۛ جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں
حکیم الامت قوم میں محبت اور ایشارہ کے نقدان پر غناک ہیں اور بانگِ درامیں صدیقِ اکبر کا
کا قصہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں ”قوم تو بادیہ کو شش اس مقام پر نہیں پہنچ سکتی حیف !
”ایشارہ کی ہے دست نگر ابتداءے کار“

ایک وہ دور تھا کہ ضرورت پڑنے پر اپنی نصف جائیداد اپنے نادار جلاوطن بھائیوں کو بانٹ دی تھی انتہا یہ کہ وہ
رکھنے والے نے ایک بیوی کو طلاق دے کر دوسرے بھائی کے نکاح میں دے دیا تھا۔ آج قوم ایشارہ
سے محروم ہو کر آپس میں دستِ یہ گریہاں ہے وہ قوم —

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک ۛ ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک ۛ کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں ۛ موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں
ڈالی گئی جو فصل خزاں میں شجر سے ٹوٹ ۛ نمک نہیں ہری ہو سحاب بہا سے
ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ ۛ بیستہ رہ شجر سے امید بہا رکھ
محبت ہی سے پائے شفا بیمار قوموں نے ۛ کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیمار قوموں نے
محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے مھر بھی ۛ جس بھی کارواں بھی راہ سہی رہن بھی ہے
امت فرماتے ہیں کہ تقدیر کا ردنا کرنے والا مسلمان یہ بھولی گیا کہ :-

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقام کی تقدیر ۛ ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ
کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلمان ۛ مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الہی
حکیم الامت امت میں با بخرام ضمنی مرض فرقہ آرائی د
ۛ مرض فرقہ آرائی و تعصب | تعصب بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں :-

فرقہ بندی کیا ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں ۛ کیا زمانے میں پہننے کی یہی باتیں ہیں ؟
تعصب چھوڑنا داں دہرے کی آئینہ خانے میں ۛ یہ تصویریں ہیں تری جن کو سمجھ لے برا تو نے
فحصاً بیان کیا گیا " آج کے مسلمانوں کے سوچنے کے انداز اور علامہ اقبال کا تردد " میں علامہ اقبال
ریہ کو واضح کیا جائے گا ۔

حکیم الامت تشخیص فرماتے ہیں کہ قوم کے ضمنی امراض
ۛ تن آسانی و عیش و عشرت | میں تن آسانی عیش و عشرت کے امراض بھی قوم کو زوال سے
سوز و ذوق طلب کا فقدان | ہکنا رکے ہوئے ہیں اور ذوق طلب کی لذت سے بھی یہ
بہ قوم نا آشنا ہے اور سوز سے بھی ۔

ہر کوئی مست سے ذوق تن آسانی ہے ۛ تم مسلمان ہو ؟ یہ انداز مسلمان ہے ؟
ترے صوفے ہیں فرنگی ترے قالین ہیں ایرانی ۛ لہو نجم کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی
موت ہے عیش جادواں ذوق طلب گز ہو ۛ گردش آدمی ہے اور گردش جام اور ہے
شیخ سحر کہ گئی سوز ہے زندگی کا ساز ۛ عملہ نمود میں شرط دوام اور ہے

ۛ عورت کا رول قوموں کے عروج و زوال میں | حکیم الامت قوم کے ایک اور ضمنی مرض
بے حیائی گناہوں پر فخر، تہذیب حاضری تقلید | کث اندھا کرتے ہیں کہ قوم ایک
اچھی ماڈل کے آغوش سے محروم ہو گئی ہے ۔

جبکہ آنحوشِ مادرِ قوم کا مکتبِ ادیبین ہے۔ یہ مکتب اب بے سوز ہو گیا ہے۔ عورت کا مقام —
وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ و اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز و دل
تفصیلی بحث علامہ اقبال کے نقطہ نظر سے مسلمانوں کے عروج و زوال میں خواتین کا رول و حصہ میں ملاحظہ
علامہ فرماتے ہیں۔ تہذیبِ حاضر کے بارے میں —————

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدار یا ہوگا سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ رازِ آبِ شکار ہوگا
گزریا جہ وہ ساتی کہ چھپکے پیتے تھے بیٹے والے بنے گا سارا جہاں میخانہ ہر کئی بادہ خوار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جوشِ نازک پہ آتشِ ناپائیدار ہوگا

حکیم الامت کا اعلان ہے کہ وہ تہذیب جو احکامِ الہی و سنتِ محمدیہ کے زیر سایہ پروانِ نہ
اور اپنی تہذیب کو نظر انداز کر کے اندھا دین تقلیدِ اقوامِ غیر کی ہوئی ہو اس سے علامہ اقبال خود کشی کو بہتر بتلاتے ہو
تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خود کشی راستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے
نذاکرتا رہا دل کو حسینوں کی اداؤں پر مگر دیکھنی نہ اس آئینہ میں اپنی ادا تو نے
۸۔ جہاد سے گم نہ ہو | حکیم الامت قوم کی آٹھویں ضمی بیماری جہاد سے گریز بتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں

حق نے عالمِ وحدت کے لئے پیدا کیا اور حق اس کی حفاظت کے لئے پیدا کیا
تو حفاظتِ حق بغیر قوتِ بازو ہو سکتی ہے اور نہ وحدت کی حفاظت بغیر قوتِ بازو ممکن ہے۔
حکیم الامت ان علماء پر اظہارِ انوس فرماتے ہیں جن کا فتویٰ یہ ہے کہ :-

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کا گر !
لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں ! مسجد میں اب یہ رخط ہے بے سود بے اثر
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوت بازو کوئی نہیں کچھ کام یہاں عقلِ خدا داد
اے مردِ خدا تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کریا د!
مکینی و محکومی و نویدی جاوید جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کا ایجاد
جہاد از روئے قرآن اور از امینِ مصطفوی صلعم اور علامہ اقبال میں وضاحت ملاحظہ ہو۔

۴۔ متاعِ کردار کا فقدان
نام نہاد علماء دین کی غلط رہنمائیاں
حکیم الامت قوم کی نویں ضمی بیماری متاعِ
کا فقدان اور نام نہاد علماء دین کی غلط
بتلاتے ہیں قوم کا کردار ہاتھ سے جا رہا۔

د علمائے قوم کے کردار کو سمجھانے کے بجائے قوم کو عمل سے غافل رکھ کر صرف قوم کو زبانی فلسفہ نفاس کی بحث میں یہ مفادات خویش نگار رکھ رہے۔ جبکہ قوم دہم توہمات، حسد، جھوٹ، مکر و زب دعدہ خلافی، رشرت، سود، غیبت حتیٰ کہ شرک جیسی لعنتوں میں گرفتار رہے اور متاعِ کردار ہی قوم ہا ہے۔ اور نام نہاد سرشاران قوم خود باتوں میں گم ہیں اور قوم کو باتوں میں گم کر رکھا ہے اور نذرانوں کی فکر میں ہیں۔ حق بات بتلائی جائے تو مرید تو سننے تیار ہے مگر۔

ہے مریدوں کو حق بات گوارا لیکن ؛ شیخ و ملا کو بُری لگتی ہے درویش کی بات قوم کے ہاتھ سے جاتا ہے متاعِ کردار ؛ بحث میں آتا ہے جب فلسفہ ذات و صفات ہند میں حکمتِ دین کوئی کہاں سے سیکھے ؛ نہ کہیں لذتِ کردار نہ افکارِ عمیق ! مدانِ قوم درہنمائے ملت کا یہ حال ہے کہ حکیم الامت ایک باغی مرید کے عنوان سے لکھتے ہیں۔ ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی ؛ گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن شہری ہو دیہاتی ہو مسلمان ہے سادہ ؛ مانتا بتا نہکتے ہیں کعبہ کے برہمن نذرانہ نہیں سودھے پیرانِ حرم کا ؛ ہر فقرہ رسالہ کے اندر ہے مہاجن میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد ؛ زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشین خدا کرے کہ اسے اتفاق ہو مجھ سے ؛ فقیر شہر کہ ہے محرمِ حدیث و کتاب مت پیرانِ حرم کو نصیحت فرماتے ہیں۔

نشہ پلا کے گرانما تو مسب کو آتا ہے ؛ مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی اے پیرِ حرم رسمِ درہ خانقہ جعفرؑ ؛ مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت ؛ دے ان کو سبقِ خود شکنی خود نگر کی کا لامت آہِ سرد دھج کر فرماتے ہیں کہ ہائے اے قوم تیری بد نصیبی کہ ترے واعظ و علما کا یہ حال ہیکہ واعظ قوم کی وہ بخت خیالی نہ رہی ؛ برقِ طبعی نہ رہی شعلہِ مقالی نہ رہی رہ گئی رسمِ اذانِ روحِ بطلی نہ رہی ؛ فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی الامت ان علمائے کے بارے میں فرماتے ہیں ہائے کیسی بد بختی ہے کہ۔

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار ؛ مصلحتِ وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں ؛ اس درجہ ہوئے حرمانِ حرم بے توشیح زمین کیا آسمان بھی تری کج بینی پر روتا ہے ؛ غضب ہے سطرِ قرآن کو چلیسا کر دیا تو نے

ہوس بالائے منبر ہے تجھے رنگین بیانی کی ۛ نصیحت بھی تری صورت ہے اک انسانہ نو
آخر حکیم الامت نام نہاد خود بین مرشدوں سے پریشان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
ہیں کہ اے پیارے رسولؐ۔

غضب ہیں یہ مرشدان خود بین خدا تیری قوم کو بچاؤ ۛ بگاڑ کر تیرے مسلمانوں کو یہ اپنی عزت بنا
شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابستر ۛ اب تو ہی بتا! تیرا مسلمان کدھڑ
اس راز کو اب ناش کرے لے روح محمدؐ ۛ آیات الہی کا نگہبان کدھڑ جا
علماء حق اور علماء سوکے بارے میں علامہ کا نقطہ نظر علمدہ ظاہر کیا جائے گا۔

۱۰۔ فقر سے محرومی | حکیم الامت قوم کی دسویں ضمنی بیماری فقر سے محرومی بتلاتے ہیں اور

سوچا بھی ہے اے مرد مسلمان کبھی تو نے ۛ کیا چرہ ہے فولاد کی شمشیر جگر دا
اس بیت کا یہ مصرع ادل ہے کہ جس میں ۛ پوشیدہ چلے آتے ہیں توحید کے اس
ہے فکر تجھے مصرع ثانی کی زیادہ! ۛ اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلو
قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن ۛ یا خالدؓ جانباز ہے یا حیدر کرا
کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے ۛ وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روح قرآ
سکوں پرستی راہب سے فقر ہے بیزار ۛ فقر کا سینہ ہمیشہ طوفانی
یہ فقر مرد مسلمان نے کھو دیا جب سے ۛ رہی نہ دولتِ مسلمانی دسیما

۱۱۔ خودی کا فقدان | حکیم الامت، اُمت کی ضمنی بیماریوں میں خودی کے فقدان

بیماری بتلاتے ہیں اور خودی کا مسلمان کے لئے یہ مقام بتلاتے ہیں کہ۔

روح اسلام کی ہے نور خودی نار خودی ۛ زندگانی کے لئے نار خودی نورِ حصنہ
تری خودی سے روشنی ترا حرمِ وجود ۛ حیات کیا ہے؟ اسی کا سرور و سوزنا
بلند تر مہرِ پر دین سے ہے اسی کا مقام ۛ اسی نور سے پیدا ہیں تیرے ذات وہ
سزیم ترا خودی غیر کی! معاذ اللہ ۛ دوبارہ زندہ نہ کر کا اوبارلات دمنار
یہی کمال ہے تمثیل کا کہ تو نہ رہے! ۛ رہا نہ تو، تو نہ سوزِ خودی، نہ سازِ حیا
خودی کی موت سے پیر حرم ہوا مجبور ۛ کہ بیچ کھائے مسلمان کا جامہ اح
عشق بتاں سے ہاتھ اٹھا، اپنی خودی میں ڈب جا ۛ نقش دنگار دہر میں خون جگر نہ کرتا
حکیم الامت قوم کے ہر فرد کی خودی کو اس بلندی پر فائز رکھنے کی تلقین فرماتے ہیں۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے ۛ خدا بندے سے خود بڑھ چھ بتا تیری ڈھالیا ہے؟
۱۲۔ مذہب و سیاست | اسلام ایک مکمل مضابطہ حیات ہے جو مومن کو نظام کائنات
 و رموز حکمرانی کے اصول سے بھی آگاہ کرتے ہوئے دین کی دولت عطا فرماتے ہوئے دنیا کی حکمرانی عطا فرماتا
 اور بقول علامہ اقبال یہی اسلام ہے، ص ۷۔ جس نے بنایا مومن کو مہم و پر دین کا امیر۔ جب مسلمانوں نے
 اپنی بد نعیمی و بد بختی کو دعوت دی تو اس نے مذہب سے سیاست کو علوہ کر دیا۔ حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ
 سیاسی امور مسجد نبوی میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور صحابہ اکرام کے عہد زریں
 میں طے پاتے تھے یعنی جب مسلمان سیدھے ہاتھ میں دین اور پائیں ہاتھ میں سیاست لیکر بڑھ رہا تھا
 تو دنیا کے تین بڑے براعظم نہ صرف ان کے زیر قدم تھے بلکہ اس کے قدموں پر نثار ہو رہے تھے لیکن جب
 مسلمان نے احکام حق سے دوری اختیار کی تو ظالم بن گیا اور جب سیاست سے مذہب کو علوہ تصور کرنے لگا تو
 حکومت و خلافت کی گدائی کرنے لگا۔ علامہ فرماتے ہیں۔

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی ۛ ہو س کی امیری ہو س کی گدائی ۛ
 نہیں تجھ کو تاریخ سے آگاہی کیا ۛ خلافت کی کرنے لگا تو گدائی ۛ
 جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو ۛ جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

۱۳۔ خرافات و روایات | بیمار مسلمان قوم کی تیرھویں ضمنی بیماری جس نے مسلمانوں
 کو تین تیرہ نواٹھا کر کے برباد کر دیا وہ علامہ حکیم الامت کی نظر میں خرافات و روایات میں مسلمانوں کا
 گم ہو جانا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے ہندوستان میں قدم رکھتے ہی اسلامی تہذیب و معاشرت
 کو بھرتہ میں ڈبو ڈالا اور ہندو تہذیب اور معاشرت رسم و رواج کو اپنا کر اپنی زندگی کا جزو بنایا۔ شادی
 بیاہ کے موقعوں بلکہ زندگی کے قدم قدم پر چلے چھٹی اور ہزاروں ہندو رسومات اور اسراف کو اپنا دلیوالہ
 نکال لیا اور عیش و عشرت کے غار میں جا گرے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

انکی محفل عشرت سے کانپ جاتا ہوں ۛ جو گھر کو چھونک کر دنیا میں نام کرتے ہیں
 مسلمان اس قدر خرافات اور ہندو روایات پھر فرنگی تہذیب میں گم ہو گیا کہ اس میں شان
 اسلامی باقی رہی اور نہ وہ خود باقی رہا علامہ فرماتے ہیں کم از کم اب تو اے مسلمان کہلانے والے
 کٹی ہے رات تو ہنگامہ گسری میں تیری ۛ سحر قریب ہے اللہ کا نام لے ساقی
 اب تو دنیا بھر کے مسلمانوں بشمول عرب مالک پر فرنگی تہذیب کا بھوت سوار ہے۔ فرنگی تہذیب
 جس پر مسلمان مر رہا ہے اس کی حقیقت کیا ہے، علامہ اقبال کی نظر میں ۛ

یورپ میں بہت ارشنی علم دہن رہے ؛ حتیٰ یہ ہے کہ چشمہ حواں سے یہ ظلمات وہ قزم کہ فیضانِ سمدی سے ہو محرم ؛ حد اس کے کمالات کہے برق و بخار انہند تہذیب ہو کر فرنگی علامہ فرماتے ہیں ۔ اے مسلمان تری ۔

حقیقت خرافات میں کھو گئی ؛ یہ امت روایات میں کھو گئی
۱۲۔ خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر مسلمانوں نے جس طرح عملی طور پر دنا کرنا

دانا نامدار معلم سے چوڑ زبانی دنا اختیار کیا ہے اسی طرح بنیبر خدا بر سجناب اللہ پاک نازل ہو کے ساتھ بھی زبانی اور دکھانے کی دنا باقی رکھی ۔ علامہ فرماتے ہیں ۔

برہمن رازبستان طاق خود آراست ؛ تو قرآن راسرہ طلق نہادی ترجمہ ، برہمن نے اپنے لُحْراب کو بتوں سے آراستہ کیا ہے ، تو قرآن کو طاق کی زینت بنا کر رک ہمارے اسلاف اور ہم میں علامہ فرق یہ بتلاتے ہیں کہ :-

وہ زلمنے میں معزز تھے مسلمان ہو کر ؛ اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر یہاں صرف اشارتاً بیان کیا گیا ہے ۔ تفصیل " فلسفہ لادالہ الا اللہ " کی کتاب مسلمان علامہ اقبال اور قرآن از روشنی قرآن میں ملاحظہ ہو ۔

۱۵۔ احساس کی موت حکیم الامت قوم کی پندرسویں ضمنی خطرناک بیماری احساس بتلاتے ہیں کہ قوم کا سب کچھ لٹ گیا ۔ لیکن پھر بھی احساس نہ جاگا ۔ مسلمان وہ بدنصیب قوم ہے

داعے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا ؛ کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا دل سوز سے خالی ہے مگر پاک نہیں ہے ؛ پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے ؛ قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں ؛ کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں رونا بیکار اور حقیقتِ حال

کرنے کے بعد حکیم الامت علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ قزم کو اب بھی حکومت کی ہوس اور اس کے رونا ہے ۔ حاصل کرنے کی خواہش تو نہیں ایسی صورت میں ۔

حکومت کا کیا رونا کہ وہ ایک عارضی شے تھی ؛ نہیں دنیا کے آئینِ مسلم سے کوئی چار اگر کہیں حکومت ہاتھ میں بھی ہے کس کام کی جب کہ وہ آئین دستور اللہ و رسولؐ کی آئینہ دار نہ ہو ۔ ادمہ نادای کے بارے میں تو حکیم الامت فرماتے ہیں ۔

بظاہر تو آندای ہے باطل میں گزرتاری ۔ جب احکام الہی سے مومن دور ہو گیا تو غم

مذہب کا ہونا چاہیے۔ حکومت کی محدودی کارڈنا اسے زیب نہیں دیتا ہے۔

مسلمان جب مذہب سے دور ہوا احکام الہی چھوڑا، سنت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نظریں ہٹائیں، صحابہؓ کی زندگی کو ناقابلِ عمل سمجھا، دستور الہی سے منہ موڑا تو سب کچھ کھو دیا۔ یا تو حکومت جاتی رہی یا حکومت ہاتھ میں رہی تو اسرائیل کا خوفناک سایہ سردوں پر ہے اور اس کے علاقوں پر اسرائیل قابض ہے ایک جانب تیل کی دولت ہے تو دوسری جانب ذلت و خواری اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ مومن احکام الہی سے ہٹ جئے تو فضل رب اس سے ہٹ جاتا ہے اور سردوں پر عذاب کسی نہ کسی انداز سے چھا جاتا ہے اور جب مومن احکام رب کا پابند اور فنا محمدؐ کا خوگر ہو جاتا ہے تو:

عالم ہے فقط مومن جانبِ ذکی میراث : مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

کافر ہے مسلمان تو نہ شاہی نہ فقیری : مومن ہے تو کھرتا ہے فقری میں بھی شاہی

نہ تو زین کے لئے ہے نہ آسمان کے لئے : جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

مسلمان نہیں راکھ کا ٹھیسر ہے ! علامہ آج کے مسلمان کی غیرت و حمتِ الفتِ باہمی

ادھانِ حمیدہ، عشقِ خدا اور حبِ رسولؐ کے فقدان، فرقہ بندیوں، آپسی نفاق اور مندرجہ بالا بیان کردہ خامیوں کا جائزہ لے کر فرماتے ہیں۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے : مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

مسلمان مومن کی تعریف اور آج کا مسلمان کیا ہے اور کل کا مسلمان کیا تھا اسی کتاب میں ملاحظہ ہو۔

تمام امراض کا واحد نسخہ شفاء | حکیم الامت فرماتے ہیں قوم کو اس قدر بے شمار

امراض نے آگھیرا ہے ہر ایک کا علمدہ علمدہ علاج ممکن نہیں۔ صرف ایک مرض "دنا محمدؐ سے غرضی" کا علاج کر لیا جائے تو تمام امراض خود بخود دور ہو جائیں گے اس کے لئے نسخہ شفاء حکیم الامت جو تجویز فرماتے ہیں وہ ہے "دنا محمدؐ" کے ساتھ سنت محمدؐ کی ٹیبلٹ (دگولیاں) قوم استعمال کرے اور صحابہ کرامؓ کے عمل کی ٹائیک پیٹے رہے تو خود بخود "دوری اللہ" کے مرض سے نجات پا جائے گی اور اللہ سے قربت حاصل ہو جائے گی اور مومن کامل بننے کے لئے "دنا محمدؐ" کرنے عملی طور پر تیار رہنے والی خواہش مند بیمار مسلمان قوم کے لئے حکیم الامت نے جو نسخہ جات شفاء تجویز کئے ہیں وہ اقساط وار پیش کئے جا رہے ہیں جس سے بیمار قوم نہ صرف شفا یاب ہو سکتی ہے بلکہ ترقیوں کے آسمانوں پر پرواز کر سکتی اور اپنا مقام حسبِ سابق ثریا کی چوٹی پر پہنچ سکتی ہے۔ مگر اس کے لئے عمومی ذمہ داری امت پر ہے کہ اپنے شعور کو از خود بیدار کر کے دنا محمدؐ کا نفعی ثمرات سے

اور خصوصی ذمہ داری نام نہاد علماء دین پر ہے کہ اپنے مفادات دنیوی کو نظر انداز کر کے امت کی صف
اور نذرانوں کو بقول حکیم الامت بمنزلہ سود سمجھیں۔ بس اس اللہ کی عطا کردہ عقل سے مسلمان اگر
عشق ذات باری اور عشق رسولؐ جو زبانی نہ ہو بلکہ عملی طور پر بمنزلہ ”دنا محمدؐ“ ہو، کوشیہ ز
تو حکیم الامت اللہ کی جانب سے یوں فرماتے ہیں۔

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تری ۛ میرے درویش، خلافت ہے جہانگیر تر
ماسوا اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تری ۛ تو مسلمان ہو تو تقدیر ہے تدبیر تر
کی محمدؐ سے دفا تو نے تو ہم تیرے ہیں ۛ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہر

زوال پذیر قوم کے سیدزادوں کیلئے علامہ اقبال کی تشریف نصیحت

علامہ اقبال ایک طرف عاشق رسولؐ ہیں تو دوسری جانب مسلمانوں کے زوال سے نہ
اپنے آپ کہتے ہیں ”میں بیل نالاں ہوں اس اجڑے گلستاں کا“ اور تم کے زوال سے متاثر ہو کر کہ
ذات سے شکوہ کرتے ہیں کبھی خدا کی جانب سے جواب دیتے ہیں ان بے چینوں کے عالم میں علامہ ا
سیدزادوں اور سیدوں پر پڑتی ہیں تو تشریف اٹھتے ہیں اور ضربِ کلیم میں ایک فلسفہ زدہ سیدزاد
سے پندرہ اشعار لکھے ہیں۔ فلسفہ کے لغوی معنی ہیں علم، حکمت، دانائی اور زدہ کے معنی ہیں مارا ہوا۔
پرسیدہ یعنی ایک ایسا سید جو علم حکمت، عقل دانائی سے محروم ہو اور بلحاظ اعمال مغوک اور بوسیدہ ا
ہو، سید کے لغوی معنی سردار کے ہیں لیکن عام طور پر سید سے مراد حضرت علیؑ کی وہ اولاد ہے جو لحد
صلی اللہ علیہ وسلم یعنی خاتونِ جنت سیدہ النساءِ فاطمہ زہرہؑ کے بطن مبارک سے عالم وجود میں آئی
علیؑ کی دوسری بیوی کی اولاد علوی کہلاتی ہے، ایک طرف آنحضرت صلعم نے فرمایا میں دنیا سے دو
جہاں ہوں ایک قرآن پاک دوسرے اہل بیت، پھر رسول اللہ صلعم نے جمعۃ الوداع کے محرکہ الاراء
فرمایا۔ ”آج میں نے نسب و حسب کو اپنے قدموں تلے کھل دیا۔ بزرگی اور بڑائی کا سیار، رنگ
پر نہیں بلکہ اعمال پر منحصر ہے۔ اور اپنی صاحبزادی لختِ جگر حضرت فاطمہؑ اپنی بھوپتی حضرت
فرمایا دیکھو روز قیامت میں کام نہ آؤنگا ایسی دنیا میں اپنے لئے عمل کہ لوہ سیدزاد سے جو اعمال بد
کو رو بخت سمجھتے ہیں آخرت کی تباہی مول لے رہے ہیں جو لوگ ان کے اعمال بد کے باوجود صرف
کی بناء پر ان کا احترام کر رہے ہیں وہ ہرگز رسول اللہ صلعم کی خوشنودی حامل نہیں کر سکتے۔ اسلام صرا
طالب ہے علامہ ایسے سیدزادوں کے تعلق سے کہتے ہیں۔

تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا ۶ زنا رے بزرگساں نہ ہوتا
ہینگل کا صدف گہر سے خالی ۷ ہے اس کا طلسم سب خیالی
محکم کیسے ہو زندگانی ۸ کس طرح خودی ہو لازمالی
آدم کو ثبات کی طلب ہے ۹ دستور حیات کی طلب ہے

یعنی علامہ کہہ رہے ہیں کہ اے سید زادن! عام انسان کے لئے تنگ جو بقاء کے متمنی ہیں ان کو دستور حیات کا پابند رہنا اور دستور کے تحت زندگی گزارنا زلیں ضروری ہے اور تو، تو سید زادے! اپنے آپ کو دیکھ کر تو نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے کہ اپنی خودی کو بالکل کھو بیٹھا ہے تو کس طرح تری زندگانی پائیدار اور مستحکم ہو سکتی ہے؟ تیرے ہینگل کے صدف میں غل کے گوہر کا تو پتہ ہی نہیں ہے، ایسی صورت میں تیری عزت کا تصور صرف ایک خیالی صورت رکھتا ہے۔ حیف! تو نے اپنی خودی اس قدر کھو دی ہے کہ تو زنا رے بزرگساں ہو گیا ہے یعنی ایمان سے بھی اپنے اعمال کی بنا پر ہاتھ دھو بیٹھا ہے، آگے کہتے ہیں۔

دنیا کی عشا ہو جس سے اشراق ۱۰ مومن کی اذیاں ندائے آفاق

عشا کے لغوی معنی ہیں رات کا اندھیرا اور رات کی وہ نماز جو اندھیرا ہونے کے بعد فرض ہوتی ہے۔ اور اشراق کے لغوی معنی ہیں صبح کی پہلی کادقت جبکہ 'محکم' روشن ضمیری اور بعد طلوع آفتاب کی نماز اس وسیع المعنی شعر میں علامہ کہہ رہے ہیں اے سید زادے! تو اپنا مقام دیکھ اور سمجھنے کی کوشش کر جبکہ ایک عام مومن کے مقام کا یہ حال ہوتا ہے کہ اس کی اذیاں دنیا کے لئے زندگی، روشنی کا پیام لاتی ہے اور دنیا کی تاریکی کو وہ اپنی روشن ضمیری سے ددر کرتا ہے دنیا کو جبکہ اور رونق بخشتا ہے اس کی حکمت سے دنیا فیض پاتی ہے تجھے اے سید زادے! کس مقام پر فائز ہونا چاہیے تو خود غمخس کر لے، پھر علامہ بالکل صاف گٹا پراستر آتے ہیں اور اپنی حقیقت بیان کرتے ہیں کہ میرا خاندان تو دو سو سال قبل شیر کا ایک برہمن خاندان تھا اور تو سید ہاشمی کی اولاد سے ہے

میں اصل کا خاص سوناتی ۱۱ آبا میرے لاتی دمناتی
توسید ہاشمی کی اولاد ۱۲ میری کعبہ خاک برہمن زاد
ہے فلسفہ میرے آب و گل میں ۱۳ پوشیدہ ہے ریشہ ہائے طبع میں
اقبال اگرچہ بے ہنر ہے ۱۴ اس کی رگ رگ سے باہر ہے

یعنی کہہ رہے ہیں کہ تجھے تو میری رہنمائی کرنی چاہیے تھی میں ایک برہمن زاد ہو کر اسلام پر اسلام کی حکمت پر اس کے عقلمندانہ چکا چول اور ترا اسلام کی عظمت اور اعمالِ صالحہ سے بے خبر ہے۔ پھر نصیحت

دیارِ ہند سے ایک خط — ایک حاجی کے نام (طنزیہ انداز)

زوال پذیر مسلمان قوم کے ارکانِ اسلام ادا کر نیے موجود طریقے

اور فیصلہ علامہ اقبال

محمد جمیل الدین صدیقی پرنٹرز
ہائیکورٹ - حیدرآباد - اے پی

۱۲۸۳ھ

مجھ میں فریاد جو نہاں ہے سناؤں کس کو

تپش شوق کا نظارہ دکھاؤں کس کو

الحاج مولانا مولوی حامد حسین صاحب ————— وعلیکم السلام۔

آپ کے یکے بعد دیگرے تین خط طے۔ کچھ ترقیت کے فقدان نے پھر حالات کے ہیمان نے جواب دیا۔ تیسرے خط نے اخلاقی طور پر قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے آپ کو حج اکبر عطا فرمایا۔ جی کا ایسا قلب مطمئن عطا فرمایا جس کے بعد ہر حاجی ماضی کے تو کیا حال اور مستقبل کے گناہوں سے زہر جاتا ہے اور نامہ اعمال کی لمبی فہرست پر تمام اعمال کی تفصیل پر سرخی سے حج کا غازی عمروں کا زیارت کا سکندر لکھ دیا جاتا ہے۔ میری جانب سے آپ کے حج کی ڈگری اور عمرہ اور زیارت کی حصول کی اعزازات پر قلبی مبارکباد قبول فرمائیے۔ کس قدر قابلِ فخر اور باعثِ ہے۔ آج کل مسلمانوں کے لئے حج کی ڈگری اور زیارت و عمرہ کے وہ انمول سرٹیفکیٹ کی حصولی جو مدین ماضی حال و مستقبل کے ہر عمل کو جائز قرار دے کر الحاج کے سنہری تخت طاعوس پر جملہ افراد فرمادیتے ہیں کے بعد ہر حاجی کی ہر سانس عبادت اور ہر عمل چلے وہ کسی حدود سے ہی کیوں نہ ٹکرائے اور تہ کی سرحد کیوں نہ پار کر جائے حاجی کو جنتی اور بے گناہ ہونے کا یقین ہی نہیں بلکہ یقین محکم ہے۔

اسلام کے پانچویں رکن میں بڑی قوت ہے کلمہ گو کو کہ ہم مسلمان کہہ لیتے ہیں لیکن دیگر ارکان نماز، روزہ، اکر نے والے کو نام کے ساتھ لکھنے نہ نمازی، روزہ دار، اور زکوٰۃ ادا کنندہ کی ڈگری ملتی ہے نہ کوئی سرٹیفکیٹ

مگر پانچویں رکن کی ادائیگی کے ساتھ ہی چاہے قبول ہوئے یا یقین ہو کہ نہ ہو الحاج کی ڈگری نام کو
کا موجب بن جاتی ہے۔ پھر اب تو بڑی آسانی یہ بھی پیدا ہو چکی ہے کہ بغیر اپنا فرض حج اور
کسی کے روپیہ سے کسی مرنے والے کا حج البدل کر کے اپنے فرض سے بھی سبکدوش ہو سکتے ہیں
نفل نماز، فرض نماز سے چھٹکارا دلا سکتی ہے۔ اور بعد واپسی الحاج کی ڈگری تو نام کے ساتھ تاحیات وابستہ ہو
ہے۔ واقعی قابلِ مبارک ہے وہ حج جو عمر کے اس آخری حصہ میں کیا جاتا ہے جبکہ لمحاظ قوی آدمی ارکانِ حج
کرنے کے قابل ہی نہیں رہتا۔ پھر یہ حج ایک ملازم سرکار کے بھی۔ پی۔ ایف۔ اور بیمہ کی سودی رقم جو
منافع کیوں نہ کہا جائے کی ملی جلی رقم سے ادا کیا جانے سے کس قدر روح افزا بن جاتا ہے۔ کس قدر آس
ہے آج کل کے مسلمانوں کے لئے کہ آبداری کی رقم سے تمباکو کی کھائی سے کالے دھن اور سودی رقم
زائغی حج کی تکمیل کی جا سکتی ہے اور بعد فراغت حج پوری کے سامان اور سونا لاکر اخراجات حج
اور منافع حج کے فرض کی ادائیگی کا بھی حاصل کیا جاسکتا ہے اور صرف ڈگری الحاج تو مفت میں ہاتھ لگ
اس ترقی یافتہ دور میں عورت تنہا بھی بغیر محرم کو ساتھ رکھے حج ادا فرما سکتی ہے پھر آ
آسانی جوان بھائی ماں کے لئے یہ ہے کہ بعد فراغت حج بھائی ماں صاحبہ پر گوشہ کا لزوم عائد ہوتا۔
ستر بچپانے کرتہ کا بلکم بلوز پہنے حاجی شہر کے ساتھ

گوشہ ہے نہ پردہ ہے نہ اسکا ادب باقی : حاجی ہیں بھائی ہیں دیسپاکی روٹی ہے
البتہ بھائی میں بے گوشہ پھر کر اور بلوز پہن کے جسم کی نمائش کر کے دل کے حوصلے نکال لینے کے
عالم ضعیفی میں بھائی بننے کا اعزاز حاصل ہوتا ہے تو ضعیف بھائی ماں کرتہ بھی پہن لیتی ہیں بلکہ بجائے
کے پانچواں بھی اور ضعیف چہرے کو ضعیفی کے آثار دیکھنے کی جُتھریاں پھپھانے برقعہ کے ساتھ
پر نقاب بھی ڈال لیتی ہیں کہ شریعت کی تکمیل اور احکام گوشہ کی پابندی ہو سکے اور ضعیف چہرے پر کسو
مرد کی نگاہ نہ پڑ جائے اسلئے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

ہے کس کی یہ جرات کہ مسلمان کو ٹوکے : حریت انکار کی نعمت ہے خدا داد!
قرآن کو باز بچپہ تاویل ہن کر : چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
چلے تو کرے کچھ کو آتش کدہ پارس : چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد!
ہے ملکاتِ ہند میں اک طرفہ تماشا : اسلام ہے محوس، مسلمان ہے آزاد!
مندرجہ بالا جو بات ہی آج مسلمان کی ترقی کی آئینہ دار ہیں جس کی بنا پر آج کا مسلمان دنیا
کے سامنے سینہ تلے ایک زندہ قوم کا زور کھلانے کا مستحق اور ان کے ساتھ قدم ملا کر چلنے پر قادر۔

لوں کہیے کہ اس کے دب دب سے دنیا کی ہر قوم لرزہ بر اندام ہے، ایک آنکھ میں کعبہ اور دوسری آنکھ میں روضہ مبارک کو بیلنے والی اس قوم نے اسرائیل پر ایک وحشت اور موت کا سکوت طاری کر دیا ہے۔ اور اس کے علاقوں پر قبضہ پر قبضہ کر کے قانع قوم کی تعریف میں آ رہی ہے۔ اس کا ثبوت روز کے اخبارات سے رہے ہیں۔ اس قوم کی بہادری و شجاعت کی ثریا سے ہیکلام چوٹی سے ٹکرنے والے اعمال صالحہ نے ایک طرف روس کو دوسری جانب امریکہ اور دنیا کے ہر ملک کو لرزہ بر اندام کر رکھا ہے۔ اس قوم کا آپس کا اتفاق و اتحاد و بھلائی چارگی عرب کی جفاکشی اور عیش و عشرت سے نفرت نے دنیا کی ہر بڑی قوت کو ہراساں و ہریشاں کر دیا ہے۔ قابلِ فخر ہے یہ بات کہ آج کی مسلمان قوم ایک باادب قوم ہے اور اسے اللہ رسول اور ترکانِ کرامت بھی غطا ہوئی ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ ”ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں“ کی منزل پر گامزن ہے۔ آج کی مسلمان قوم اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ اللہ ایک ہے رسول ایک ہے۔ ادران کا قرآن ایک ہے۔ مگر وہ خود ایک ہو کر بے ادب کا مرتکب ہونا نہیں چاہتی، جو کہ نعوذ باللہ یہ اللہ سے ٹکر ہوگی اللہ کا مقام بہت اونچا ہے۔ لہذا وہ ایک ہے یہ قوم ایک ہو کر اس سے برابری کا دعویٰ کیسے کر سکتی ہے۔ رسول اور قرآن کی عظمت بھی اس کے پیشِ نظر ہے۔ قرآن ایک سہمی لیکن تیس پادوں اور ہزاروں آیات پر بنا ہوا ہے تو پھر وہ کیوں نہ ایک کہلا کر مختلف فرقوں میں بٹ جائے۔

اسلام کے پانچ ارکان ہیں (۱) کلمہ طیبہ یعنی دھلانت اور رسالت کا اقرار بر قلب و زبان اور زکوٰۃ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج - قابلِ فخر ہے کہ مسلمان قوم اسلام کے کسی کسی رکن سے منہ نہیں مڑتی۔ اسلام کا پہلا رکن کلمہ طیبہ ہے ہر مسلمان اسے زبان سے ادا کرتا ہے اور اللہ ہی کو نفع اور نقصان کا مالک اور قادر جانتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دقت آنے پر بزرگانِ دین کے مزاروں غوث پاک کے جھنڈوں کو علموں کو حتیٰ کہ حکومت کو ہر صاحبِ اقتدار کو شریکِ خدائی کر بیٹھا ہے۔ ہر ایک کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ مگر اس میں مسلمان کا کیا قصور اس کا گناہ تو ابلیس کے سر ہے اس پر لعنت بھیجی جانی چاہیے کہ اس قوم پر جو خدا کو واحد مانتی اور کسی کو اس کی ذات میں شریک کرنے کو گناہ سمجھتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دینی اغراض اور معاشی خوش حالی کے لئے وہ نرسو اور شیخ سدو کو مان لیتی ہے۔ اگر۔

شیخ سدو کی عقیدت میں مگر تار کوئی پڑ نرسو راجہ کی محبت کا ہے بیمار کوئی دے اس کا گناہ مسلمان کے سر پر کیسے عائد ہو سکتا ہے۔ شیخ سدو اور نرسو کے سر پر کیوں نہ رکھ دیا جائے سلام کا دوسرا رکن نماز ہے۔ مسلمانوں کی ایمانی قوت کا مظاہرہ کیا وہ مسجد میں نہیں کر رہی ہیں جس کو ہم آئے دن کئی منزلہ بنا رہا ہے۔ اور دلہنوں کی طرح سجا رہا ہے۔ انہیں بقعہ زربار رہا ہے

اگر مسجدوں میں غیبتیں بھی ہو رہی ہیں اور کمیٹیوں میں جھگڑتے تودہ کیا کرے وہ تو ابلیس مچار ہا ہے پانچ دقت کی نماز پڑھنے کے بعد بھی مسلمان کو وہ گناہ ہے تو اس کی سزا تو حضرت ابلیس کو ملنی چاہیے جب کہ اسلام کا آغاز تھا دنیا کسی لحاظ سے ترقی پذیر نہ تھی مٹی کی کچی دیواریں تھیں کھجور کے پتوں کا سر کا چھت تھا۔ مسجدیں راتوں کو تاریکی میں ڈوب جاتی تھیں۔ خیر یہ حسن اتفاق ہو گا کہ اس تاریکی کچی مٹی کی دیواروں کی مسجد میں نماز پڑھنے والوں کے قلب منور اور روح تاباں تھے خوفِ خدا روزِ محشر سے لرز اٹھتے تھے، خدا کے غریب دے بس بندوں کو دیکھ کر ان کا دل اس قدر نرم تھا کہ خود پر پتھر باندھ کر اس کا پیٹا بھر دیتے اور ان کی حاجتیں روا کر دیتے تھے۔ دور ترقی کرنا گنبد مسجد کی پختہ دیواروں اور پختہ چہت کے نیچے نمازیں ادا ہونے لگیں۔ اب دل بھی چھت اور دیواروں کی ط سمٹ اور گناہوں میں پختہ ہونے لگے، اس میں غریب مسلمان کا کیا قصور، ایمان کی حرارت والوں کا تو دم بھر میں پختہ آرسی سی کی کئی منزلہ مسجدیں بنانا اور انہیں آراستہ اور بقیعہ نور بنادینا ہے۔ اُ دل پرانا پاپی ہے اور حضرت ابلیس اسے نمازی بننے نہ دیں تو آج کے باشعور مسلمان ہلکیا قصود ہوا پہلے کی مسجدیں گرنے سے بچتی تھیں اور نماز پڑھنے والوں کے دل ایمان کی گرمی سے پستے اور نور الہی سے رہتے تھے۔ لیکن آج کے ترقی یافتہ سائنس کے دور کے باشعور مسلمانوں نے مسجدوں کو برقی پنکھڑا اور ایرکٹریٹڈ بنا کر ٹھنڈا کرنا اور برقی روشنی سے منور کرنا دیکھ لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اب اس ایمانی کو برقی پنکھڑا اور ایرکٹریٹڈ بڑ مسجدیں ٹھنڈا کر رہی ہوں اور برقی روشنی کے آگے ایمانی روشنی کو نہ سمجھی جائے تو اس کا گناہ سائنس اور سائنسدانوں کے سر جائے گا نہ کہ مقدس باشعور مسلمان قوم کے سر یوں بھی دیکھا جائے تو سائنس کا داعی مسلمان قوم پر بے حد احسان ہے۔ پہلے کے دور میں بھی ا ہوتی تھی جس کی آواز مسجد ہی کے در دیوار سے ٹکرا کر مسجد میں ہی دن ہو جاتی تھی اور اس کا گذر طرح آسمانوں تک ممکن نہ تھا۔ آج کی اذان لاڈا اسپیکر سے دی جاتی ہے جو سیدھے عرش تک جاتی ہے جسے سن کر اللہ پاک بھی خوش ہو جاتے ہیں یہ اور بات ہے مگر علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ

رہ گئی رسمِ اذان در حِ بلالی نہ رہی

پہلے گھڑیاں نہ تھیں مگر لوگ دقت پر مسجد کی در دیوار سے ٹکرا کر مسجدوں میں دن ہو جانے والی کی آواز سن کر مسجدوں میں آ جاتے تھے۔ اب ہاتھ پر اور دیوار پر گھڑی لگی۔ لاڈا اسپیکر کی عرش پر پہنچنے والی اذان کی آواز بھی مسلمانوں کی اکثریت کو مسجدوں میں داخل سے قاصر ہے تو یہ سائنس کی اس ایجاد کا ہی تصور سمجھا جائے گا یعنی لاڈا اسپیکر کی خامی جو نہ مسلمان

سکھیں کہ اس کے دبدبہ سے دنیا کی ہر قوم لرزہ بر اندام ہے، ایک آنکھ میں کعبہ اور دوسری آنکھ میں روضہ اکبر کو بلنے والی اس قوم نے اسرائیل پر ایک وحشت اور موت کا سکرٹ طاری کر دیا ہے۔ اور اس کے علاقوں پر قبضہ پر قبضہ کر کے فاتح قوم کی تعریف میں آ رہی ہے۔ اس کا ثبوت روز کے اخبارات سے رہے ہیں۔ اس قوم کی بہادری و شجاعت کی ثریا سے ہیکلام جھوٹی سے ٹکرنے والے اعمال صالحہ نے ایک طرف دوس دوسری جانب امریکہ اور دنیا کے ہر ملک کو لرزہ بر اندام کر رکھا ہے۔ اس قوم کا آپس کا اتفاق و اتحاد جھلکی ارگی عرب کی جفاکشی اور عیش و عشرت سے نفرت نے دنیا کی ہر بڑی قوت کو ہراساں و پریشان کر دیا ہے۔ قابلِ فخر ہے یہ بات کہ آج کی مسلمان قوم ایک باادب قوم ہے اور اسے اللہ رسول اور قرآن کی محبت می عطا ہوئی ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ ”ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قریبوں میں“ کی منزل پر نامزد ہے۔ آج کی مسلمان قوم اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ اللہ ایک ہے رسول ایک ہے۔ اور ان کا قرآن ایک ہے۔ مگر وہ خود ایک ہو کر بے ادبی کا سر تکب ہر نا انہیں چاہتی، جو کہ نعوذ باللہ یہ اللہ سے ٹکر ہوگی۔ نہ سلام مقام بہت ادنیٰ ہے۔ لہذا وہ ایک ہے یہ قوم ایک ہو کر اس سے برابری کا دعویٰ کیسے کر سکتی ہے۔ بولے اور قرآن کی عظمت بھی اس کے پیش نظر ہے۔ قرآن ایک سہی لیکن تیس پاروں اور ہزاروں آیات سے بنا ہوا ہے تو پھر وہ کیوں نایک کہلا کر مختلف فرقوں میں بٹ جائے۔

اسلام کے پانچ ارکان ہیں (۱) کلمہ طیبہ یعنی وحدانیت اور رسالت کا اقرار بر قلب و زبان اور ذریعہ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج۔ قابلِ فخر ہے کہ مسلمان قوم اسلام کے کسی رکن سے منہ نہیں پھرتی۔ اسلام کا پہلا رکن کلمہ طیبہ ہے ہر مسلمان اسے زبان سے ادا کرتا ہے اور اللہ ہی کو نفع اور نقصان کا مالک اور قادر جاننا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دقت آنے پر بزرگانِ دین کے مزاروں فرشتہ پاک کے جھنڈوں کو غلوں کو حتیٰ کہ حکومت کو ہر صاحبِ اقتدار کو شریکِ خدائی کر بیٹھتا ہے۔ ہر ایک کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ مگر اس میں مسلمان کا کیا قصور اس کا گناہ تو اطمینان کے سر ہے اس بر لعت بھی جانی پائیے نہ کہ اس قوم پر جو خدا کو واحد ماننے اور کسی کو اس کی ذات میں شریک کرنے کو گناہ سمجھتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دینی اغراض اور معاشی خوش حالی کے لئے وہ نرسو اور شیخ سعد کو مان لیتی ہے۔ اگر شیخ سعد کی عقیدت میں مگر تار کوئی پڑ نرسو راجہ کی محبت کا ہے بیمار کوئی تو اس کا گناہ مسلمان کے سر پر کیسے عائد ہو سکتا ہے۔ شیخ سعد اور نرسو کے سر پر کیوں نہ لکھ دیا جائے اسلام کا دسرا رکن نماز ہے۔ مسلمانوں کی ایمانی قوت کا مظاہرہ کیا وہ مسجد میں نہیں کر رہی ہیں جس کو وہ آئے دن کی منزلہ بنا رہا ہے۔ اور دلہنوں کی طرح سجا رہا ہے۔ انہیں بقعد زور بنا رہا ہے

اگر مسجدوں میں غیبتیں بھی ہو رہی ہیں اور کمیٹیوں میں جھگڑے تو وہ کیا کرے وہ تو ابلیس مچار ہا ہے پانچ رات کی نماز پڑھنے کے بعد بھی مسلمان آلودہ گناہ ہے تو اس کی سزا تو حضرت ابلیس کو ملنا چاہیے جب کہ اسلام کا آغا ز تھا دنیا کی لحاظ سے ترقی پذیر نہ تھی مٹی کی کچی دیواریں تھیں کھجور کے پتوں کا سر کا پھت تھا۔ مسجدیں راتوں کو تاریکی میں ڈوب جاتی تھیں۔ خیر یہ حسن اتفاق ہو گا کہ اس تاریکی کچی مٹی کی دیواروں کی مسجد میں نماز پڑھنے والوں کے قلب منور اور روح تاباں تھے خوفِ خدا روزِ محشر سے لرز اٹھتے تھے خدا کے غریب دے بس بندوں کو دیکھ کر ان کا دل اس قدر نرم تھا کہ خود پر پتھر باندھ کر اس کا پریشا بھر دیتے اور ان کی حاجتیں روا کر دیتے تھے۔ دور ترقی کو تا گید سب کی پختہ دیواروں اور پختہ چہت کے نیچے نمازیں ادا ہونے لگیں۔ اب دل بھی پختہ اور دیواروں کی طرہ سمحت اور گناہوں میں پختہ ہونے لگے، اس میں غریب مسلمان کا کیا تصور، ایمان کی حرارت والوں کا قدم بھر میں پختہ آرسی سی کی کئی منزلہ مسجدیں بنانا اور انہیں آراستہ اور بقیعہ نور بنادینا ہے۔ اگر دل پرانا پاپی ہے اور حضرت ابلیس اسے نمازی بننے نہ دیں تو آج کے باشعور مسلمان ہلکا تصور ہو کر پہلے کی مسجدیں گری سے تپتی تھیں اور نماز پڑھنے والوں کے دل ایمان کی گرمی سے تپتے اور نور الہی سے روزا رہتے تھے۔ لیکن آج کے ترقی یافتہ سائنس کے دور کے باشعور مسلمانوں نے مسجدوں کو برقی پنکھوں اور ایرکنڈیٹ بُڈ بنا کر ٹھنڈا کرنا اور برقی روشنی سے منور کرنا عینیکہ لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اب اس حرا ایمانی کو برقی پنکھے اور ایرکنڈیٹ بُڈ مسجدیں ٹھنڈا کر رہی ہوں اور برقی روشنی کے آگے ایمانی روشنی کی ص نہ سمجھی جائے تو اس کا گناہ سائنس اور سائنسدانوں کے سر جائے گا نہ کہ مقدس باشعور مسلمان قوم کے سر یوں بھی دیکھا جائے تو سائنس کا داعی مسلمان قوم پر بے حد احسان ہے۔ پہلے کے دور میں بھی اذ ہوتی تھی جس کی آواز مسجد ہی کے در دیوار سے ٹکرا کر مسجد میں ہی دنن ہو جاتی تھی اور اس کا گذر کہ طرح آسمانوں تک ممکن نہ تھا۔ آج کی اذال لاؤڈ اسپیکر سے دی جاتی ہے جو سیدھے عرش تک پہنچ جاتی ہے جسے سن کر اللہ پاک بھی خوش ہو جاتے ہیں یہ اور بات ہے کہ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ

رخ رہ گئی رسمِ اذال روحِ بلالی نہ رہی

پہلے گھریاں نہ تھی مگر لوگ وقت پر مسجد کی در دیوار سے ٹکرا کر مسجدوں میں دنن ہو جانے والی اذال کی آواز سن کر مسجدوں میں آ جاتے تھے۔ اب ہاتھ پر اور دیوار پر گھڑی لگی ہے بُڈ اسپیکر کی عرش پر پہنچنے والی اذال کی آواز بھی مسلمانوں کی اکثریت کو مسجدوں میں داخل کر قاصر ہے تو یہ سائنس کی اس ایجاد کا ہی تصور سمجھا جائیگا یعنی لاؤڈ اسپیکر کی خامی جو نہ مسلمانوں

دل پر اثر کرتی ہے اور نہ مسجدوں میں لے آتی ہے۔ پھر مسجدوں میں عالم دین و اعظم قوم اپنا حق برابر ادا کرتے رہتے ہیں۔ مواظفہ حسنہ کا بھی سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ مگر اس سے مسلمانوں کو ایمان کی دولت نصیب نہ ہو رہی ہو تو اس میں عالی مقام و اعظم قوم اور ذی وقار عالم دین کا کیا قصور اُنکے گھر تو سیم و زر و دولت کی چمک سے آنکھوں کو چمکا جو نہ کر رہے ہیں۔ اب رہا علامہ اقبال کا کہنا کہ

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برقی طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
یا علامہ اقبال فرمادیں کہ ”فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی“ تو داعظ قوم اور عالم دین یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ سرِ علامہ اقبال قلم لہڑا لے سر د پیر کی کہہ گئے۔

نماز کے لئے حضورؐ قلب کا جہاں تک سوال ہے اگر یہ کہا جائے کہ پرانے دور کے مسلمانوں کو نصیب تھی تو اس میں اس دور کے مسلمانوں کا کیا قصور یہ سائنس کا دور ہے۔ اب پیدل اور چٹیلوں کا سفر رہا نہ اونٹوں کا۔ ہوئی جہاز کے سفر کا دور ہے اور راکٹ بہت تیزی سے فاصلہ طے کرتے ہیں، پھر یہ شیعہ یعنی دکھاوے اور شور کی صدی ہے۔ مشینوں کا شور، خواہشات کا شور، سینماؤں کا شور، ریل گاڑیوں کا شور، ہوائی جہازوں کا شور، بہر حال شور ہی شور۔ اس شور کے دور کا مسلمان حضورؐ قلب نمازوں میں آہستگی اور باتا عدا کی کہاں سے لائے۔ نماز پڑھ کر ادرار کا ان اسلام کے ہر رکن کی تیزی اور شور کے ساتھ ادائی اور دکھاوے کا شور اور شور نہ مچائے تو آخر کیا کرے؟ آخر اس سلسلہ میں اس پر گناہ ٹانڈ ہو سکتا ہے یا سائنس پر جس نے شور مچا رکھا ہے۔

اسلام کا تیسرا رکن روزہ ہے۔ مسلمان رمضان میں کس قدر بیکار مسلمان بن جاتا ہے۔ ہر طرف روزہ کا شور اور شور، پیغمبر اسلامؐ نے پہلی صدی کے مسلمانوں کے سامنے فرمایا کہ اگر روزہ دار صرف کھانا پینا چھوڑ دے اور برائیوں سے پرہیز نہ کرے تو خدا کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔ آج باشعور سائنس کے دور کا مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ یہ حدیث ضعیف بھی ہو سکتی ہے۔ لہذا کھانا پینا چھوڑنے کا نام ہی روزہ سمجھتا ہے واقعی رمضان کا ماہ کس قدر بابرکت اور نورانی ماہ ہوتا ہے، اور خدا کی برکتیں نازل ہونے کا ماہ، شب قدر بھی اپنے میں رکھتا ہے، پھر مسلمان اس کی قدر میں کمی بھی تو نہیں کرتے۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے دکھاوے میں بھی کہاں پیچھے رہتے ہیں۔ مسجدوں کی آہک پاشی کر کے اسے سفیدی سے ہنکا رکھ دیا جاتا ہے۔ مسجدیں بے وقعتہ نور بنادیا جاتی ہیں۔ تو قلب کی صفائی اور روح کی جلا اس سائنس کے دور میں کیسے ضروری قرار دی جاسکتی ہے؟ جب مسجدوں کو اس قدر بے وقعتہ نور بنا دیا جاتا ہے تو اس کے دیکھنے کے بعد خدا کے نور کو دیکھنے کی خواہش

اگر مسجدوں میں غیبتیں بھی ہو رہی ہیں اور کمیٹیوں میں جھگڑے تو وہ کیا کرے وہ تو ابلیس چار ہا ہے پانچ دقت کی نماز پڑھنے کے بعد بھی مسلمان آلودہ گناہ ہے تو اس کی سزا تو حضرت ابلیس کو ملنا چاہیے جب کہ اسلام کا نماز تھا دنیا کسی لحاظ سے ترقی پذیر نہ تھی مٹی کی کچی دیواریں تھیں کھجور کے پتوں کا سر کا پھت تھا۔ مسجدیں راتوں کو تاریکی میں ڈوب جاتی تھیں۔ خیر یہ حسن اتفاق ہو گا کہ اس تاریکی کچی مٹی کی دیواروں کی مسجد میں نماز پڑھنے والوں کے قلب منور اور روح تاباں تھے خوفِ خدا روزِ محشر سے لرز اٹھتے تھے، خدا کے غریب دے بس بندوں کو دیکھ کر ان کا دل اس قدر نرم تھا کہ خود پر تبصرہ باندھ کر اس کا پیٹا بھر دیتے اور ان کی حاجتیں روا کر دیتے تھے۔ دور ترقی کرنا گیا۔ مسجد کی پختہ دیواروں اور پختہ چبوت کے نیچے نمازیں ادا ہونے لگیں۔ اب دل بھی پختہ اور دیواروں کی سطح سخت اور گناہوں میں پختہ ہونے لگے، اس میں غریب مسلمان کا کیا تصور، ایمان کی حرارت والوں کا تو دم بھر میں پختہ آرسی سی کی کئی منزلہ مسجدیں بنانا اور انہیں آراستہ اور بقیعہ نور بنادینا ہے۔ اگلا دل پرانا پاپی ہے اور حضرت ابلیس اسے نمازی بننے نہ دیں تو آج کے باشندے مسلمان ہلکیا تصور ہو کر پہلے کی مسجدیں گریں۔ سب تپتی تھیں اور نماز پڑھنے والوں کے دل ایمان کی گرمی سے تپتے اور نور الہی سے روشا رہتے تھے۔ لیکن آج کے ترقی یافتہ سائنس کے دور کے باشندے مسلمانوں نے مسجدوں کو برقی پنکھوں اور ایر کنڈیٹ ٹڈ بنا کر ٹھنڈا کرنا اور برقی روشنی سے منور کرنا دیکھ لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اب اس حرارت ایمانی کو برقی پنکھے اور ایر کنڈیٹ ٹڈ مسجدیں ٹھنڈا کر رہی ہوں اور برقی روشنی کے آگے ایمانی روشنی کی صدا نہ سمجھی جائے تو اس کا گناہ سائنس اور سائنسدانوں کے سر جائے گا نہ کہ مقدس باشندے مسلمان قوم کے سر یوں بھی دیکھا جائے تو سائنس کا داعی مسلمان قوم پر بے حد احسان ہے۔ پہلے کے دور میں بھی اذان ہوتی تھی جس کی آواز مسجد ہی کے در دیوار سے ٹک کر مسجد میں ہی دفن ہو جاتی تھی اور اس کا گذر کہ طرح آسمانوں تک ممکن نہ تھا۔ آج کی اذان لاؤڈ اسپیکر سے دی جاتی ہے جو سیدھے عرش تک پہنچ جاتی ہے جسے سن کر اللہ پاک بھی خوش ہو جاتے ہیں یہ اور بات ہے کہ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ

رہ گئی رسمِ اذان روحِ بلالی نہ رہی

پہلے گھریاں نہ تھی مگر لوگ دقت پر مسجد کی در دیوار سے ٹک کر مسجدوں میں دفن ہو جانے والے اذان کی آواز سن کر مسجدوں میں آ جاتے تھے۔ اب ہاتھ پر اور دیوار پر گھڑی لگی ہے لاؤڈ اسپیکر کی عرش پر پہنچنے والی اذان کی آواز بھی مسلمانوں کی اکثریت کو مسجدوں میں داخل کر کے قاصر ہے تو یہ سائنس کی اس ایجاد کا ہی تصور سمجھا جائے گا یعنی لاؤڈ اسپیکر کی خامی جو نہ مسلمانوں

دل بہاثر کرتی ہے اور نہ مسجدوں میں لے آتی ہے۔ پھر مسجدوں میں عالم دین واعظ قوم اپنا حق برابر ادا کرتے رہتے ہیں۔ مواظہ حسنہ کا بھی سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ مگر اس سے مسلمانوں کو ایمان کی دولت نصیب نہ ہو رہی ہو تو اسیں عالی مقام واعظ قوم اور ذی وقار عالم دین کا کیا قصور اُنکے گھر تو سیم دوزر و دولت کی چمک سے آنکھوں کو جھکا جو مذکر رہے ہیں۔ اب رہا علامہ اقبال کا کہنا کہ

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی

یا علامہ اقبال فرمادیں کہ ”فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی“ تو داعظ قوم اور عالم دین یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ سہ نلامہ اقبال تھے لہذا بے سر و پیر کی کہہ گئے۔

نماز کے لئے حضورؐ قلب کا جہاں تک سوال ہے اگر یہ کہا جائے کہ پرانے دور کے مسلمانوں کو نصیب تھی تو اسیں اس دور کے مسلمانوں کا کیا قصور یہ سائنس کا دور ہے۔ اب پیدل اور بندیلوں کا سفر ہانہ اونٹوں کا۔ ہوائی جہاز کا سفر کا دور ہے اور راکٹ بہت تیزی سے فاصلہ طے کرتے ہیں، پھر یہ شیعنی دکھا دے اور شور کی صدی ہے۔ مشینوں کا شور، خواہشات کا شور، سینماؤں کا شور، ریل گاڑیوں کا شور، ہوائی جہازوں کا شور، بہر حال شور ہی شور۔ اس شور کے دور کا مسلمان حضورؐ قلب نمازوں میں آہستگی اور باقاعدگی کہاں سے لائے۔ نماز پڑھ کر ادرار کا اسلام کے ہر رکن کی تیزی اور شور کے ساتھ ادائی اور دکھا دے کا شور اور شور نہ مجائے تو آخر کیا کرے؟ آخر اس سلسلہ میں اس پر گناہ ٹاڈ ہو سکتا ہے یا سائنس پر جس نے شور مچا رکھا ہے۔

اسلام کا تیسرا رکن روزہ ہے۔ مسلمان رمضان میں کس قدر پکا مسلمان بن جاتا ہے۔ ہر طرف روزہ کا شور اور شور، پیغمبر اسلامؐ نے پہلی صدی کے مسلمانوں کے سامنے فرمایا کہ اگر روزہ دار صرف کھانا پینا چھوڑ دے اور برائیوں سے پرہیز نہ کرے تو خدا کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔ آج کا شور سائنس کے دور کا مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ یہ حدیث ضعیف بھی ہو سکتی ہے۔ لہذا کھانا پینا چھوڑنے کا نام ہی روزہ سمجھتا ہے واقعی رمضان کا ماہ کس قدر بابرکت اور نورانی ماہ ہوتا ہے، اور خدا کی برکتیں نازل ہونے کا ماہ، شب قدر بھی اپنے میں رکھتا ہے، پھر مسلمان اس کی قدر میں کمی بھی تو نہیں کرتے۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے دکھا دے میں بھی کہاں پیچھے رہتے ہیں۔ مسجدوں کی آہک پاشی کر کے اسے سفیدی سے ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ مسجدیں بقیعہ نور بنادیں جاتی ہیں۔ تو قلب کی صفائی اور روح کی جلا اس سائنس کے دور میں کیسے ضروری قرار دی جاسکتی ہے؟ جب مسجدوں کو اس قدر بقیعہ نور بنا دیا جاتا ہے تو اس کے دیکھنے کے بعد خدا کے نور کو دیکھنے کی خواہش

ہی کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟ اور پھر دل میں نور ایمانی کی ضرورت پر کیوں زور دیا جائے؟۔ اس برکت والے ماہ میں برکت ہی برکت ہے، کھانے کی برکت، ایک دقت کا کھانا چھوڑ دیا۔ دیکھئے اللہ پاک نے کس طرز نوازا۔ اخبار ہاتھ میں لیجئے۔ یا باہر نکل جلیئے، اونٹ کا گوشت کھانا سنت ہے، اور مسلمان کو اس ماہ میں اس سنت پر عمل کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ پھر مقوی بہ لذت کھانے کے اشتہارات، ہر س، علی مرغ کی نہاری، دو گزشتہ خاص بریانی روزہ داروں کے لئے کر روزوں سے قوت ٹوٹنے نہ پائے۔ میوے کا تہہ سحر قابل دید، افطار، قابل رشک، ہر تیس بقمہ نور پارچہ جات کی دکانیں جگمگا رہی ہیں۔ ان کی تجویزوں کا پیسہ اس قدر حلق تک بھگ گیا ہے کہ انہیں قے پو قے ہو رہی ہے اور مسلمان کس قدر انہماک سے خریدی میں مصروف ہیں۔ اس مبارک ماہ میں مسلمان کو دیکھنا ہو تو اس تائیں منٹ پانچ دقت مسجدوں میں دیکھئے اور پھر پارچہ جات کی بوتلوں کی سوئیوں کی عطر کی بہر حال وغیرہ وغیرہ کی دوکانوں پر تلاش فرمائیے۔ اور بوقت افطار مسجد میں میوہ اور انطار کی رکابی کے سامنے آپ ضرور موجود پائیں گے۔

بعد نماز مغرب و تراویح ہوٹلوں کے نصیب ان روزہ داروں کے بابرکت قدموں سے جاگ جاتے ہیں اس قسم کی حیالی غور اور شرم و حیا کی پتیلیوں کو بھی آپ مندرجہ بالا مقامات پر ضرور اپنی ماں بہنوں اور بیویوں کا تصور فرماتے ہوئے دیدار فرما سکتے ہیں۔ بالخصوص رمضان المبارک کے آخری دہے میں یہ پاکیزہ شرم با حیا روزہ دار خواتین لارڈ بازار میں مردوں سے کندھے سے کندھا ملا کر چلتے، سنہدی اور آرائش کا سامان خریدتے ہوئے اور اپنے نازک نازک ہاتھوں کو جوڑا پہنانے کے لئے نوجوانوں کے ہاتھوں کے حوالے کرے ہوئے دیکھ کر بھی آپ کو بے انتہا خوشی ہوگی۔

ہاں۔ یہ ماہ مبارک قرآن والا ماہ ہے یعنی قرآن مسلمانوں کے سننے کے لئے نازل ہوا ہے یا پڑھنے کے لئے لہذا آج کا مسلمان قرآن کا بھی حق اس ماہ میں ادا کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ کوئی تراویح میں ایک یا سو پارہ سن لیتا ہے۔ کوئی تین اور مصروف مسلمان شبینہ میں یعنی ایک ہی رات میں سترہ کامل سن کر اس کا حق ادا کر دیتا ہے۔ یہ احادیث ہیں کہ کھڑے کھڑے اونگھ رہا ہو خیالات مند میں غوطہ زن ہو۔ یا قرآن کی آواز ایک کان سے داخل ہو رہی ہو تو خود بہ خود دوسرے کان سے نکلا ہو پھر وہ معنی و مطلب کو سمجھ بھی تو کیسے؟ وہ عربی میں ہیں۔ بعض مسلمان تو قرآن کا حق ادا کرتے تہا کر دیتے ہیں۔ یعنی قرآن پر قرآن ختم کر دیتے ہیں پھر زماتے ہیں اتنے قرآن یعنی ایک دو تہ ختم کئے جب قرآن کو ختم ہی کر دیا وہ بھی کئی بار تو اس کے معنی مطالب خود ہی ختم ہو گئے، جب خود ہی ختم ہو گیا تو نہ سر رجا نہ در دسر کہ اس پر عمل کیا جائے۔ اب بے چارہ مسلمان قرآن پر عمل نہ کر

س کا کیا تصور — !

رمضان المبارک کے دلفریب نظاروں میں خصوصاً جمعۃ الوداع کو مکہ مسجد والی سمت دڑ پر نماز ایٹنگی۔ پولیس کے انتظامات راستوں کا صبح ہی سے روک دیا جانا، ٹرافک کی پریشانی، مسالوں ٹمٹ رعب، شان و دیدہ، تعداد و اکثریت کا کھن کن انداز سے مظاہرہ کرتی ہیں۔ کس قدر خوش نصیب ہوتا ہے جمعۃ الوداع کا کہ ہر وہ شخص جو نماز پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو، آج مکہ مسجد کے سامنے سمت روڈ اُضر ہے۔ اور اس دن کی مقدس نماز جمعہ اس کو ایک سال کی نمازوں کی ادائی کے لئے چھٹی عطا کرنے کی ناکھتی ہے۔ بہر حال یہ شیشیوں اور سیاست کا دور ہے ہر طرف شور ہی شور۔ تمازوں کا شور، سحر کا ساؤن کا شور، افطار کا شور، خرید و فروخت کا شور، ہوٹلوں میں شور، راستوں میں روزہ داروں کی پاتھ پر خریدی کا شور، بہر حال اس نورانی مقدس ماہ میں شور ہی شور۔

اسلام کا چوتھا رکن زکوٰۃ ہے۔ یہ تو سب پر فرض نہیں صرف صاحبِ نصاب پر فرض ہے۔ ال اس کا بھی ایک شور ہے۔ جو ماہ رمضان المبارک میں اہل ثروت غریبوں کو پارچہ دسڑیاں بانٹتے ہیں اور یہ ضعیف و ناتواں کمزور عورتوں کے ساڑیوں کے حاصل کرنے میں کچلے جانے کی اطلاعات لہجے سے اور پارچہ جات نہ ملنے کی صورت میں مایوس لوٹ جانے کا ماہ ہے۔ زکوٰۃ کا مطلب مسلمانوں کی ہستی پرستی کو دور کرنا ہے۔ اس دور میں زکوٰۃ شواہد اور دکھاوے اور شور مچانے کے لئے دیجاتی ہے۔ تو رے مسلمان کا کیا قصور شور اور شور ہی اس دور کا بنیادی کردار ہے۔ مدینہ جات کے بعد آنحضرت اللہ علیہ وسلم کا پہلا مسلمانوں پر ناقابلِ فراموش احسان یہ تھا کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا اور چارگی کے رشتہ میں جڑ دیا۔ اس بھائی چارگی کی شراب کے نشہ نے وہ کام کیا کہ مالدار بھائی نے نادار بھائی بنے سے لگایا۔ اپنے مال و دولت مکان سے نصف دے ڈالا۔ ذہبت یہاں تک پہنچی کہ دو بیویاں رکھنے بھائی نے ایک بیوی کو طلاق دے کر دوسرے بھائی سے نکاح کر دیا۔ مگر یہ پرانے دور کی داستانیں۔ آج کا باشتور تعلیم یافتہ سائنس کے بندر کا مسلمان ہے۔ اس کے پاس وقت ہی کہاں ہے کہ ان کے حقوق رشتہ داروں کے حقوق انسان پر ان کے حقوق، مسلمان پر مسلمان کے حقوق سے نیت حاصل کر سکے۔ اور اگر نہ کر سکے تو بے چارے مسلمان پر گناہ کیسے لازم آئے گا۔ سارا گناہ نیس اور سیاستدانوں کے سرکوں نہ جائے جس نے مسلمان کو مادی عقل سے نازا اور سیاستدان بنا ڈالا، پانچواں رکن اسلام کا حج ہے۔ ابتداء میں کچھ کھما جا چکا ہے اور لکھنے کا ارادہ کیا ہی تھا علامہ اقبال سامنے آگھرے ہیں اور گرج رہے ہیں، بس لکھنا بس تم اس صدی کی کیا کہہ رہے ہو

صدیق کی کہو ————— سنو

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلمان نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ حقے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرما میں ہنود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہوا افغان بھی ہو
تم سب ہی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

علامہ اقبال ایک لمحہ تھے ————— پھر گریج کفر مارے ہیں اس قدر لکھنے سے

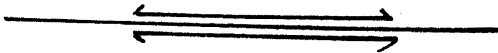
کیا حاصل یہ مسلمان کے لئے اس قدر کہہ دینا کافی نہیں کہ

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز روزہ دستربانی د حج
یہ سب باقی ہیں ، تو باقی نہیں ہے
ہے طواف د حج کما ہنگامہ اگر باقی تو کیا
کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغ بے نیام

اس گرجدار آواز کے سامنے تلم رکھ دینے پر مجبور ہوں ۔ خدا حافظ

فقط

جمیل صدیقی



علامہ اقبال اور کل کاموین اور آج کا مسلمان

مسلم، مسلمان اور
مومن کی تعریف

ہر مسلمان اپنے آپ کو توحید پرست اور رسول خدا صلعم کا غلام
وامتی ہونے کا دعویٰ کر کے خوش ہے۔ مسلم کے معنی ہیں طاعت
خدا میں گردن رکھنے والا۔ تسلیم کیا ہوا۔ درست۔ اور تسلیم کرنا والا۔

اسلام کے معنی ہیں طاعت خدا میں گردن رکھ دینا۔ مسلمان کے معنی ہونگے مذہب اسلام کا پیرو یعنی اللہ کی طاعت
میں گردن رکھ دینے والا فرمانبردار مومن سے مراد ہے ایمان لےنے والا یعنی ایمان جس کے دل میں گھر کر جائے
ان معنوں سے صاف ظاہر ہو گیا کہ مسلمان کا قدم بلا منشاء احکام الہیہ و احکام رسول صلعم کبھی قصداً نہیں اٹھے
بدنشاء الہی اور شریعت محمدی کے سامنے ہمیشہ اس کی گردن بغرض عمل بے حیل و دھڑاں رہیں گی۔ پس
بس کس کو پھر ہر مسلمان کو اپنے آپ کو جاننا اور پرکھنا ہوگا۔

اسلام ایک ایسا جامع مذہب ہے جو مسلمان کے کندھوں پر ایک طرف اللہ کا حق ادا کرنے کی ذمہ داری
ڈالتا ہے تو دوسری جانب مسلمان پر مسلمانوں کے حقوق، والدین کے حقوق، ہمسایہ کے حقوق، انسانوں کے حقوق
مخلوق خدا کے حقوق اور کردار کی حفاظت کی بھاری ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔ کیا آج کا مسلمان ان سب
ذمہ داریوں سے عہدہ براں ہو رہا ہے۔ اس مسئلہ میں ہمارے اسلاف نے یہ کیا نسبت ہے۔ علامہ
اس طرح تقابل کرتے ہیں۔

ہمارے اسلاف تھے مومن

کبھی اے نوجوان سلم! تدبیر بھی کیا تو نے؟
تجھے کس قوم نے پالیا ہے؟ غرض محبت میں
تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
تمہاری آفریں اخلاق آئین جہاں داری
سمان آکھتے و تخرجی کار ہاشان امارت میں
گداؤں میں بھی وہ اللہ دے تھے خیر رائے
غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ جھڑپیں کیا تھے
اگر جاہوں تو نفرت کھینچ کر الفاظ میں رکھ لیا

وہ کیا گردن تھا، تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تالا؟
کھل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سردارا؟
کہ تو گفت لڑوہ کردار، تو ثابت، وہ سیارا
وہ صحرائے عرب یعنی شتر باؤں کا گھوڑا
باب درنگ خال دخط چہ حاجت رُسے زیبارا
کہ منعم کھ گدا کے ڈور سے بخشے کا نہ تھا یارا
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں نیاں و جہاں آرا
مگر تیرے خیل سے نزد تر ہے وہ نظارا

مسلمان و مومن کی تعریف اور مقام و شان

مسلمان کی تعریف

بتاؤں تجھ کو مسلمان کی زندگی کیا ہے کہ یہ ہے نہایت اندیشہ و کمال جنوں !
 طلوع ہے صغرتِ آفتاب اس کا غروب کہ یگانہ اور مثالِ زمانہ گونا گوں !
 نہ اس میں عصرِ رواں کی حیا سے بیزاری کہ نہ اس میں عہدِ کھن کے فتنہ و افوں !
 حقائقِ ابدی پر اس میں ہے اس کی کہ یہ زندگی ہے، نہیں ہے طلسمِ افلاطون !
 عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوقِ جلال کہ عجم کا حسنِ طبیعت، عرب کا سوزِ درون !
 قہاری و غفاری قدوسی و جبروت کہ یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان !
 ہمایہ جبریلِ امین بندہ خاکی کہ ہے اس کا نشیمن، نہ بخارا نہ بدخشان !
 مسلمانوں کے لبوں میں ہے سلیقہ دل نازی کا کہ مروتِ حسن عالم گیر ہے مردانِ غازی کا
 نہ تو زمین کے لئے ہے نہ آسمان کے لئے کہ جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے
 تراجم ہر ہے نوری پاک ہے تو کہ فردغِ دیدہ افلاک ہے تو
 طبعِ مسلم از محبتِ تباہراست کہ مسلم از عاشقِ بناشد کا فراست
 ترجمہ : مسلمان کی فطرت بر بناء محبت قہاریت (کسی پر ظلم ہوتا دیکھ کر) اختیار کرتا ہے مسلمان
 عاشق نہ ہو تو وہ کافر ہے۔

ماسوا اللہ را مسلمان بندہ نیست کہ پیش فرعون نے سرش انگندہ نیست
 ترجمہ : مسلمان اللہ کے سوا کسی کا بندہ و غلام نہیں ہوتا، وہ کسی بھی فرعونِ ناہستی کے آگے سر خم نہیں کرتا
 فطرت کے تقاضے کرتا ہے نگہبانی کہ یا بندہ محرائی یا مرد کہستانی !
 دنیا میں محاسب ہے تہذیبِ نسلِ گر کا کہ ہے اس کی فقری میں سرمایہ سلطانی
 مومن کی تعریف

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے کہ مومن کا مقام ہر کہیں ہے
 بجلی ہوں نظر کوہِ بیاباں ہے میری کہ میرے لئے شایاںِ خشنِ خاشاک نہیں ہے
 عالم ہے فقط مومنِ جانبِ ازل میراث کہ مومن جو صاحبِ لالاک نہیں ہے
 فرشتہ سے بہت آگے ہے منزلِ مومن کہ قدم اٹھا ! یہ مقام انتہائے راہ نہیں !

بندہ مومن کا دل بیم دریا سے پاک ہے ﴿ قوتِ فرماں روا کے سامنے بیباک ہے
 ہوں آتشِ نمرود کے شعلوں میں کبھی خاموش ﴿ میں بندہ مومن ہوں نہیں دائۂ اسپند
 کافر ہے مسلمان تو نہ ش ہی نہ فقری ﴿ مومن ہے تو کہ تلبہ فقری میں بھی ش ہی
 کافر ہے تو شمشیر پر کرتا ہے بھروسا ﴿ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
 کافر ہے تو ہے تابع تقدیرِ مسلمان ﴿ مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیرِ الہی
 جہاں تمام ہے میراثِ مردِ مومن کی ﴿ میرے کلام پر شجاعت ہے نکتہ لولاک
 علم کی حد سے پرے بندہ مومن کئے ﴿ لذتِ شوق بھی ہے نعمتِ دیدار بھی ہے
 کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے ﴿ مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق
 ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ ﴿ غالب دکار آفریں کار کشا کلاساز
 خاکی درزی نہاد بندہ مولا صفات ﴿ ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
 نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو ﴿ رزم ہو یا بزم ہو پاک دل دپاک باز
 نقطہ ہر کار حقِ مردِ خدا کا یقین ﴿ ادبِ عالم تمام دہم طلسمِ دج باز
 عقل کی منزل ہے وہ عشقِ جاہل ہے وہ ﴿ حلقہٗ آفاق میں گری محفل ہے وہ
 شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن ﴿ نہ مال غنیمت نہ کشور کشتی !
 (۱) مومن از عزم و توکل تا ہر است ﴿ گر نہ دارد این دو جو ہر کافر است
 (۲) خیر او بازی داندا ز شر ﴿ از نگاہش عالمی زیر و زبر
 (۳) مردِ مومن از کمالات وجود ﴿ او وجود و غیر او ہر شے نمود

ترجمہ : (۱) مومن اپنے عزم، ہمت، خدا پر توکل کی بناء پر زبردست ہے۔ جس میں یہ دو جوہر یعنی یہ دو اوصاف نہ ہوں وہ کافر ہے۔

(۲) مومن ہمیشہ خیر سے شر کو الگ جانتا ہے اور مومن کے ایک معمولی اشارے پر یہ عالم زیر و زبر ہو جاتا ہے۔
 (۳) مردِ مومن کا وجود اللہ پاک کے کمالات سے وابستہ رہتا ہے۔ سوائے مومن کے وجود کے باقی سب دکھاوا ہے۔

مومن کی فطرت (دنیا میں)

ہو حلقہٗ یاراں تو بریشم کی طرح نرم ﴿ رزمِ حق و باطل ہو تو فلا دہے مومن !
 افلاک سے ہے اس کی حرفیاد کث کش ﴿ خاکی کی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن

جتنے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظریں : جبرئیلؑ و سرافیلؑ کا صیاد ہے مومن
(جنتیں) کہتے ہیں فرشتے کہ دلا دینر ہے مومن : حوروں کو شہادت ہے کم امیر ہے مومن

مسلم کی پیدائش کا مقصد و ہمت مسلم

جون ۱۹۱۲ء میں مسلم پر بانگ درا میں علامہ اقبالؒ نے اٹھارہ اشعار لکھے ہیں ان میں سے
چند پیش ہیں۔

نبض موجودات میں پیدا حرارت اس سے : اور مسلم کے تخیل میں جبارت اس سے ہے
حق نے عالم اس صداقت کے لئے پیدا کیا : اور مجھے اسکی حفاظت کے لئے پیدا کیا
دہر میں غارت گر باطل پرستی میں ہوا : حق تو یہ ہے حافظ ناموس ہستی میں ہوا
میری ہستی پیر بن غریبانی عالم کی ہے : میرے منٹ جانے سے رسولؐ بنی آدم کی ہے
قسمت عالم کا مسلم کو کب تابندہ ہے : جس کی تابانی سے افسونِ سحر شرمندہ ہے
آتش کارا ہیں میری آنکھوں پہ اسرارِ حیات : کہ نہیں سکتے مجھے زہید پیکارِ حیات
کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے : ہے بھر دسہ اپنی ملکت کے مقدر پر مجھے
یاس کے عنصر سے ہے آزاد میرا درو زگار : فتح کا مل کی خبر دیتا ہے جوشِ کارزار

شانِ مومن

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن : گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان!
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن : قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن!
قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ادا ہے : دنیا میں میزان، قیامت میں بھی میزان!
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شہنم : دریاؤں کے دل جس کے دل جائیں وہ طوفان!
فطرت کا سرودِ اذنی اس کے شبِ دروز : آبنگ میں یکت صفت سورہ رحمن!
بننے ہیں میری کارگرِ فکر میں انجم : لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان!

ہم آج کے مسلمان عبادت الہی میں مکمل نہ حقوق العباد
کا تکیس سے ہم کو کوئی سروکار۔ کردار کا یہ حال ہے کہ جھوٹ
لاشعورہ زندگی، مکرو فریب ہماری سیاست، دھوکہ دینا، دانشمندی کا تقاضا، ناجائز دولت

علامہ اقبال یوں اسلاف سے آرزو کے مسلمان کا تعاقب کرتے ہیں۔

خودکشی شیرہ تمہارا وہ غمور دُخوار ۛ
تم ہو گفتر سرا پا وہ سرا پا کردار ۛ
اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت انکی ۛ
تم ہو آپس میں غضبناک وہ آپس میں رحیم ۛ
دمِ تقدیر تھی مسلم کی صداقت بے باک ۛ
شجرِ فطرتِ مسلم تھا حیا سے نمِ ناک ۛ
ہر مسلمان رگِ باطل کے لئے نشتر تھا ۛ
جو بھروسہ تھا اسے قربِ بازو پر تھا ۛ

(1)

۱۔ مسلمان ہے تو حید میں گرجو ش ۲۔ مگر دل ابھی تک ہے زنا رپوش
۳۔ تمدن تصوف شریعت کلام ۴۔ بتانِ عجم کے پجہاری تمام
۵۔ حقیقت خرافات میں کھو گئی ۶۔ یہ امت روایات میں کھو گئی

لبھا تا ہے دل کو کلام خطیب ۛ مگر لذت شرق سے بے نصیب
 بیاں اس کا منطق سے الجھا ہوا ۛ لغت کے بکھڑوں میں الجھا ہوا
 وہ صوفی کہ تھا خدمت حق میں مرد ۛ محبت میں یکتا حیات میں فرد
 عجم کے خیالات میں کھو گیا ۛ یہ سالک مقامات میں کھو گیا
 کبھی عشق کی آگ اندھیر ہے ۛ مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

(۲)

تیرا اے قیس کیوں کر ہو گیا سوزندروں ٹھنڈا ۛ کہ سیلا میں تو ہیں اب تک دہی انداز لیلانی
 یہ مرتد سے صدائی حرم کے رہنے والوں ۛ شکایت تجھ سے ہے اے تاک آئین آبادی
 یہ تخم کا الہ ہے تیری زمین شور سے بھوٹا ۛ زمانے بھر میں رسوا ہے تیری خلعت کی نازانی
 تجھے معلوم ہے غافل کہ تیری زندگی کیا ہے ۛ کشتی ساز محمد زراہا ہے کلیائی
 ہوئی ہے تربیت آغوش بیت اللہ میں تیری ۛ دل شوریدہ ہے لیکن صنم خانہ کا سودائی
 وفا آموختی ادا کا یہ دیگر ال کردی ۛ ربلودی گوہر سے ادا مانا رہیگردی کردی

علامہ فرماتے ہیں ————— اے اے بد نصیب مسلمان

مصلحتاً کہہ دیا میں نے مسلمان تجھے ۛ تیرے نفس میں نہیں گئی یوم النشور!
 خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم ۛ عشق ہو جس کا جسور فقر ہو جس کا غیور
 اسکی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے ۛ قوم جو کہ نہ سکی اپنی خودی سے انصاف
 خورد نے کہہ بھی دیا لکڑالہ تو کیا حاصل ۛ دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں
 قوموں کی حیات ان کے تخیل پر ہے لقون ۛ یہ ذوق سکھاتا ہے ادب مرغ چین کو
 اسی سرد میں پوشیدہ موت بھی ہے تری ۛ تیرے بدن میں اگر سوز لکڑالہ نہیں!
 خودی سے اس علم رنگے لو کو توڑ سکتے ہیں ۛ یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھانہ میں سمجھا
 تیرے محیط میں کہیں گوہر زندگی نہیں ۛ ڈھونڈ چکائیں موج موج دیکھ کچا مٹھنڈ
 عشق بتاں سے ہاتھ اٹھا اپنی خودی میں ٹنڈ ۛ نقش و نگار دیر میں خون جگر نہ تلف
 تیرا اندیشہ افلاکی نہیں ہے ۛ تیری پرواز لولاکی نہیں ہے
 یہ مانا اصل شاہین ہے تیری ۛ تیری آنکھوں میں بیباکی نہیں ہے!

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیسی ! ۱
تھا اسے پھر وہی قلب و نظر مانگ ۲
تیرے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے ۳
گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور ۴
محبت کا جنوں باقی نہیں ہے ۵
صفیں کچ، دل پریشاں سجدہ بے ذوق ۶
رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے ۷
نماز درودہ دستربانی درج ۸
علامہ اقبال آج کے مسلمان کی مزید تشریح فرماتے ہیں

بتوں سے تجھ کو امیدی خدا سے فیردی ۱
اے رہبر و فرزانہ بے جذب سلمانی ۲
یہ کافری تو نہیں، کافری سے کم بھی نہیں ۳
یہ بندگی خدائی وہ بندگی گدائی ۴
غافل نہ ہو خودی سے کراپنی پاسبانی ۵
اے کدالہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں ۶
تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے ۷
شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر ۸
کسے خبر کہ سیفینے ڈبو چکی کتنے؟ ۹
رہا نہ حلقہ صوفی میں سوزِ مشتاقی! ۱۰

مسلمانوں کا ہندی اسلام

ہے زندہ فقط وحدت انکار ملت ۱
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوت بازو ۲
لے مردِ خدا تجھ کو وہ قوت نہیں مال ۳
مکینہی و محکومی دنیوی جاوید ۴
وحدت ہونا جس سے وہ الہام بھی الحاد ۵
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خدا داد ۶
جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کرباد ۷
جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کرباد ۸

ملا کہ جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت : ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

مسلمانانِ ہند کو از خود آزادی مذہب

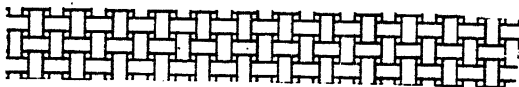
ہے کس کی یہ جرات کہ مسلمان کو ٹوکے : حریتِ انکار کی نعمت ہے خدا داد
چاہے تو کرے کجے کو آتش کدہ پارس : چاہے تو کرے اس میں فرنگی ضم آباد
قرآن کو باز چپہ تاویل بن کر : چاہے تو خود اک تارہ شریعت کرے آباد
ہے ملکِ ہند میں اک طرفہ تماشا : اسلام ہے محوس مسلمان ہے آزاد

مسلمانِ ہند کو علامہ کی نصیحت

دلِ سرحدہ دل نہیں ہے اسے زندہ کردہا : کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چاؤ
ترا پھر پر سکوں ہے ! یہ سکوں ہے یا فسق : نہ ننگ ہے نہ طوفان نہ خرابی کسارہ !
تو ضمیر آسماں سے ابھی آشنا نہیں ہے : نہیں بے قرار کرتا تجھے غمزدہ ستارہ !
تیرے نیستان میں ڈالاسے نعمتِ سخن : مری خاک پے سپر میں جو نہاں تھا اک شرارہ
نظر آئے گا اسی کو یہ جہاں دوشِ دفرا : جسے آگئی میسر مری شرفِ نظارہ !
عقباتِ روم جب بیدار ہوتے ہیں جلاز : نظر آتی ہے اس کو اپنی منزل آسماں میں !
نہ ہو زمید، زمیدی زلِ علمِ عرفان : امید مردِ مومن ہے خدا کے راز دان میں

نہیں تیرا شیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر

تو شاہیں ہے ! بسیرا کر بہاڑوں کی چٹانوں پر



زوال پذیر مسلم قوم کی عید اور اس کی خوشیاں

علامہ اقبالؒ کی نظر میں

علامہ اقبالؒ ”گہرا ہے بہت جن کے خیالات کا پانی“ بظاہر سب کے سامنے بیٹھے ہیں لیکن سوچ کے عمیق سمندر میں غوطہ زن ہیں ہر طرف سے ہلال عید نظر آنے کی آوازیں آرہی ہیں یہ جب بلند ہوتی ہیں تو علامہ جو تک پڑتے ہیں اور انہیں خیال آتا ہے کہ واقعہ ہر قوم کے لئے ذی عید و تہوار ضرور ہوتے ہیں۔ جن کو وہ بڑے اہتمام خوشی اور اتساع سے مناتے ہیں علامہ ان کے سامنے قوم کا ماضی اور حال ہے حال اور ماضی کے تقابل سے علامہ کے قلب کے مضرب غرب پڑتی ہے۔ قوم کی تن آسانی مذہب سے دوری دبیزاری اور حرف دکھا دے کا ’ن‘ فترہ آرائی، اتحاد و اتفاق کا فقدان علامہ کو بے چین کئے ہوئے ہے۔ جب حکومت پر کا خیال ذہن میں آتا ہے تو بے اختیار زبان سے نکلتا ہے ۔

نکومت کا کیا روزنا کہ وہ اک ماضی شے تھی ؟ نہیں دنیا کے آئین مسلم سے کوئی چارہ
 علامہ سوچ رہے ہیں کہ خوشی جن کو عید کہتے ہیں کا معیار دراصل قوم کے اتفاق و ایجاد احکام الہیہ
 ریت محمدؐ کی پابندی میں ہے اطاعت الہی اور اطاعت رسولؐ کو چھوڑ دینے سے حکومت بھی
 برباد ہے ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا معیار تو یہ ہے کہ :

”ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے“ تو احکام حق سے نہ کرے ورنہ
 ”یہیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے“ مسلمان کو ہے تنگ و بادر شاہی
 ”امہ کا اقبال ہے کہ مسلمان ملک ہی نہیں بلکہ خوشی بھی اپنے لہو یعنی محنت سے خریدتا ہے۔
 بھی تابع احکام الہی ہوتی ہے وہ ان ہی خیالات میں گم تھے کہ کسی نے عید کے لئے شعر لکھنے
 کی حکیم الامت کا یہ مائدہ صبر جو لبریز تھا جھلک پڑا۔ چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔ آپ
 غ کے درخت کا ایک برگ زرد بن کر بانگ درمیں یوں گویا ہوئے۔

یہہ شالامہ میں اک برگِ زرد کہتا تھا :؎ گیا موسمِ گل جس کا راز دار ہوں !
 نہ پامال کریں مجھ کو زائرِ این چمن :؎ انہیں کی شاخِ نشیم کی یادگار ہوں میں
 خزاں میں مجھ کو رلائی ہے یادِ فصلِ بہار :؎ خوشی ہو عید کی کیوں کر سو گوار ہوں میں
 اجاڑ ہو گئے عہد کہن کے مئےِ خلنے :؎ گذشتہ بادہ پرستوں کی یادگار ہوں میں
 فراموش کرنے والوں سے علامہ کہتے ہیں تمہیں عید کی خوشی کا پیام چاہیئے تو کسی اور سے کہو۔

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اس ہے :؎ عشق کے دردِ مندوں کا طرزِ کلام اور ہے
 طائرِ زردام کے نالے تو سن چکے ہو تم :؎ یہ بھی سنو کہ نالہٴ طائرِ بام اور ہے
 ایک جانب علامہ کی نظروں میں رسولِ خداؐ اور صحابہٴ کرامؓ کا عہدِ زریں اور غلامانِ محمدؐ کا عہدِ عروج
 ہے تو دوسری جانب نظر میں آج کی قوم کا عہدِ زوال آ رہا ہے تو فرماتے ہیں :؎

آج ہیں خاموش وہ دشتِ جزل پرور جہاں :؎ رقص میں لیسلا رہی۔ لیلک کے دیوانے رہے
 دسے ناکائی متاعِ کاروانِ جاتا رہا :؎ کاروان کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا
 جن کے مہنگا مں سے تھے آباد ویرانے کبھی :؎ شہرِ اُن کے مٹ گئے آبادیاں بن ہو گئیں
 خود تجلی کو تمنا جسکے نظاروں کی تھی :؎ وہ نگاہیں نا ائیدِ فردِ امین ہو گئیں
 اثرِ قی پھرتی تھیں ہزاروں ٹلبسِ گلزار میں :؎ دل میں کیا آئی کہ پابنِ نشیم ہو گئیں
 علامہ غناک انداز میں ماضی کا نقشہ کھینچتے ہوئے حال پر نظر ڈال کر فرماتے ہیں عید
 پر شعر لکھنے کی فراموش کی جا رہی ہے ہلالِ عید دیکھ کر تم لوگ سمجھ رہے ہو کہ یہ ہلالِ پیامِ عیش
 و عشرت ہمیں سنار رہا ہے۔ اے نادانو ! ایسا نہیں ہے بلکہ یہ ہلالِ عید تو ماضی کا —
 پیامِ عیش و مسرت ہمیں سناتا ہے :؎ ہلالِ عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے
 یہ ہلالِ عید پوچھ رہا ہے کہ عید تو تمہارے اسلاف بھی مناتے تھے ان میں اور تم میں
 کیا فرق ہے۔

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلمان ہو کر :؎ اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر
 حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے :؎ تم کو اسلاف سے کیا نسبت دلاتی ہے
 پھر علامہ اپنے آپ کو عید کی مسرت میں شعر لکھتے سے قاصر پاکریوں بارگاہِ ایندی میں
 دستِ دعا اٹھاتے ہیں۔

جملہ حقوق بحقِ رحمن اسلامک پبلیشر محفوظ ہیں

زوال پذیر قوم کیلئے علامہ اقبال کی دعاء

(۱)

یارِ دلِ مسلم کو وہ زندہ تھما دے	جو قلب کو گرہِ بادے جو روح کو ٹپ پائے
پھر دانیِ خدایاں کے ہر ذرہ کو چمکا دے	پھر شوقِ تماشا دے پھر ذوقِ تقاضا دے
مردمِ تماشا کو پھر دیدہ بینا دے	دیکھا ہے جو کچھ میں نے اور دل کو بھی دکھا دے
بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سڑے حرم لے چل	اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرانے
پیدا دلِ دیران میں پھر شورِ شبنِ محشر کر	اس محلِ خالی کو پھر شاہِ بدلیلی دے
اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو	وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شربانے
رفعت میں مقہار کو ہم روشِ ثریا کر	خود داریِ ساحل دے آزادیِ دریائے
بے لوثِ محبت ہو بے باک صداقت ہو	سینوں میں اُجالا کر دلِ صورتِ مینا دے
احساسِ عنایت کو آثارِ مصیبت کا	امروز کی شورِ شبن میں اندیشہِ فردا دے
میں بیلِ نالاں ہوں اک اجڑے گلستان کا	تائیر کا سائل ہوں محتاجِ کودانا دے

(۲)

شرابِ کہن پھر پلا سقیا	وہی جامِ گردش میں لاسِ قیا!
مجھے عشق کے پر لگا کر اڑا	میری خاکِ جگنو بنا کر اڑا!
جواڑوں کو سوزِ جگر بخش دے	میرا عشقِ میری نظر بخش دے!
خود کو غلامی سے آزاد کر	جواڑوں کو پیردن کا استاد کر
جگر سے دہی تیر پھیر پار کر	تمت کو سینوں میں بیدار کر!
تڑپنے پھٹکنے کی توفیق دے	دلِ مرتضیٰ سوزِ تصدیق دے
جنسِ نایابِ محبت کو پھر ارزاں کرنے	ہند کے دیر نشینوں کو مسلمان کرنے

یہ ہذا کے بعد حصہ دوم علامہ اقبال اور نلیفہ لادالہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اذان، نماز، روزہ، مسجد، مسجد، ماہِ رمضان، ہلالِ عید الفطر، نفلِ حج، مسلمان اور قرآن (حصہ سوم) علامہ اقبال کی سورہ
واللہ احد کی تفسیر کے یہ سورہ ترقی کا راکٹ ہے اسکے بعد حصہ چہارم، پنجم وغیرہ ضرور مطالعہ فرمائیے۔